نمرہ احمد

مالا

تیسویں قسط

"میں حیران تھی کہ مالا تمہیں بینڈ سمر کیوں سمجھتی ہے۔ لیکن پھر تمہاری چاکلیٹس درمیان میں آگئیں، اور انہوں نے میری بصارت دھندلا دی۔"

زیاد نے جواب نہیں دیا۔ اسی طرح اکتاہٹ سے سامنے دیکھتا رہا۔

"کتنی ہی دفعہ مجھے ریڈ فلیگز نظر آئے۔ تمہیں دیکھ کے ایک بے چینی سی ہوتی تھی۔ لیکن تمہاری ماں کے جادو جیتتے گئے۔"

"ہوں۔ انٹرسٹنگ۔" وہ کوفت سے تبصرہ کر رہا تھا۔

"میرے بچے کو بھی تمہاری ماں نے مارا تھا۔ میرے دوسرے بچے کو۔"

"اونہوں؟" زیاد نے سرد سا ہنکارا بھرا۔

"میں ان سے ملی تھی۔ ایئرپورٹ پر۔ انہوں نے کچھ پھونکا تھا مجھ پر۔ یا ان کی نظر بد تھی۔ جو بھی تھا۔ انہوں نے کیوں مارا میرے بچے کو؟ میں نہیں جانتی۔ شاید جادوگروں کو بچے مار کے طاقت ملتی ہے۔ لیکن میں اس بچے کے لیے بہت روئی تھی۔"

"سوسیڈ۔" اس نے نفی سے سر جھٹکا۔

"حالانکہ مجھے لگا تھا کہ میں نہیں روؤں گی۔ میں پہلے بچے کے لیے ایسے نہیں روئی تھی۔ اس کی دفعہ میں اپنے غم سے روئی تھی۔ مجھے اولاد چاہیے تھی۔ لوگ کیا کہیں گے کہ ماہی ماں نہیں بن سکی۔ کہیں عباد دوسری شادی کا نہ سوچے۔ کہیں میں ساری عمر بے اولاد نہ رہ جاؤں۔" وہ سلاخیں پکڑے کھڑی اس کو دیکھ کے کہہ رہی تھی۔

"لیکن اس دوسرے بچے کے لیے میں ایک عمر روتی رہی۔ وہ مجھے ہمیشہ یاد رہتا ہے۔ حورعین کو کھانا کھلاتے، اس کے کپڑے خریدتے، مجھے اپنا وہ دوسرا بچہ ہمیشہ یاد آجاتا ہے۔"

وہ دھیرے دھیرے پنجوں کے بل نیچے بیٹھتی گئی۔ اب وہ اس کے عین سامنے تھی۔

"جانتے ہو کیوں؟"

چند لمحے ہوا ساکن رہی۔

"کیونکہ میں نے اسے دیکھ لیا تھا۔"

زیاد نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ آنسوؤں سے بھرا چہرہ لیے کہہ رہی تھی۔

"اس مردہ فیٹس کو دفنانے سے پہلے انہوں نے مجھے وہ دکھا دیا تھا۔ وہ چند ماہ کا تھا۔ بہت چھوٹا، لیکن اس کا جسم بنا ہوا تھا اور جب میں نے اسے دیکھ لیا تو وہ مجسم ہو گیا۔ وہ میرے دل میں کھب گیا۔" اس نے بند مٹھی دو بار سینے پر ماری۔

"سارا مسئلہ اس نظر کا ہے، زیاد۔ جو اس میں سما گیا، وہ دل سے نہیں نکل سکتا۔"

زیاد آنکھوں کی پتلیاں سکوڑے غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تمہیں بچے نہیں چاہیے تھے۔ مالا نے مجھے بتایا تھا۔ پھر جب اس نے ابارشن کروایا تو تم خوش تھے۔ یہ بھی جانتی ہوں۔"

وہ رکی۔

"لیکن اس نے ابارشن نہیں کروایا تھا۔"

زیاد نے چونک کر اسے دیکھا۔ کندھے

سیدھے ہوئے۔

"مالا نے جھوٹ بولا تھا۔ مجھے اس کے کمرے سے یہ ملا ہے۔" اس کے ہاتھ میں کچھ تھا۔ ایک سفید لفافہ۔

"اسے ڈر تھا کہ تم اس کے بچے کو مار دو گے کیونکہ تمہیں بچے نہیں چاہیے تھے۔"

وہ ایک لمحے کے لیے کچھ بول نہ سکا۔ پھر گہری سانس لی۔

"یعنی وہ اب بھی پریگنینٹ ہے؟ اور تمہیں لگتا ہے یہ سن کے میں تمہیں اس کے بارے میں کچھ بتا دوں گا؟" اس کے انداز میں کچھ نہ تھا۔ کوئی رحم نہیں۔ کوئی خوف نہیں۔

"کیا تم اب بھی اسے مرنے دو گے؟"

زیاد سلطان نے دھیرے سے شانے اچکا دیے۔ اس کے چہرے پہ کچھ بدلا تھا لیکن جب وہ بولا تو آواز ہموار تھی۔

"مجھے نہیں معلوم وہ کہاں ہے۔ لیکن مجھے اس کے مرنے کا کوئی افسوس نہیں ہوگا۔" اس نے چہرہ پھیر لیا۔ اب وہ سرمئی دیوار کو دیکھ رہا تھا۔

"میں جانتی ہوں۔ تم یہی چاہو گے کہ مالا کے ساتھ وہ بھی مر جائے۔ اسی لیے میں تم سے مالا کی

مکمل ناول

لوکیشن نہیں پوچھوں گی۔ میں تمہیں صرف اس اذیت میں ڈالنے آئی ہوں جس میں تمہاری ماں نے مجھے ڈالا تھا۔" اس نے لفافے سے ایک ننھا سا کارڈ نکالا اور اس کی طرف سلائیڈ کیا۔ زیاد چونکا۔ پھر اس نے کارڈ اٹھایا۔ اور اسے الٹا کے دیکھا۔

اگلے ہی لمحے اس کا سانس رک گیا۔

وہ ایک سیاہ سفید تصویر تھی۔

گیارہ ہفتے کا فیٹس۔

ایک ننھا سا بے بی جو اپنا سر اپنے پیروں میں دیے ہوئے تھا۔

اس کی آنکھیں اس تصویر پر جم گئیں۔

سانس تھم گیا۔

ساری دنیا رک گئی۔

سارا مسئلہ اس نظر کا تھا۔

جو اس میں سما گیا۔

وہ دل سے نکل ہی نہ سکا۔

چند منٹ بعد ماہ بینہ مبین باہر آئی تو اس کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا۔

"یہ مالا اور ہلال کی لوکیشن ہے۔ وہ ایک فریزنگ پوئنٹ میں ہیں۔ اور ایک سے ڈیڑھ گھنٹے میں وہ مر جائیں گی۔"

"یہ جگہ یہاں سے دور ہے۔ ہمیں لوکل پولیس کی مدد لینی ہوگی۔" وکرم وہ کاغذ لیے تیزی سے ایک طرف بھاگا۔

اور وہ جہاں تھا، وہیں کھڑا رہ گیا۔

"اس نے تمہیں بتا دیا؟"

ماہی نے بھیگے چہرے کے ساتھ شانے اچکائے۔

"ایک تصویر ہزار الفاظ پہ بھاری ہوتی ہے، ماہر بے۔"

☆☆☆

وہ جالی سے سر ٹکائے، نیم وا پلکوں سے سامنے دیکھ رہی تھی۔

دروازہ بند تھا۔

فریزر کی یخ بستہ ہوا میں ہلال کے الفاظ منجمد ہو گئے تھے۔

اب ہر طرف خاموشی تھی۔

مالا نے پلکیں جھپکائیں۔

اس نے شور سنا تھا۔

کوئی آ گیا تھا۔

دروازہ اب ٹوٹ رہا تھا۔

بہت سے لوگ اندر داخل ہوئے تھے۔ ساتھ ہی سورج کی تیز روشنی بھی آئی تھی۔

اس نے پلکیں جھپکائیں۔

کوئی اسے بازوؤں سے اٹھا رہا تھا۔

پھر پلکیں جھپکائیں۔

اب کوئی اسے اسٹریچر پر لٹائے آگے بڑھ رہا تھا۔ اسے آسمان نظر آ رہا تھا۔ درخت۔ اونچے درخت اور ان کے درمیان سے جھانکتا آسمان۔

اس نے پلکیں جھپکائیں۔

اب اسے سفید چھت دکھائی دے رہی تھی۔ وہ ہسپتال کے کمرے میں تھی اور اس کے جسم سے نالیاں لگی تھیں۔

اس نے پلکیں جھپکائیں۔

سرد رات ختم ہو چکی تھی۔

ایک روشن دن طلوع ہو چکا تھا۔

☆☆☆

ماہر فرید کے لیے وہ دن عام نہ تھا۔ وہ ڈرائیو اس کی زندگی کی سب سے طویل ڈرائیو تھی۔

راستے میں کار فون سے اس کو سب معلوم ہوتا رہا تھا۔

لوکل پولیس پہنچ چکی ہے۔

ان کو فریزنگ ٹرک مل گیا تھا۔

وہ دونوں زندہ تھیں۔

انہیں ہسپتال لے جایا گیا تھا۔

مطلوبہ ہسپتال تک کا راستہ پل صراط کے جیسا تھا۔

راستے میں بارش شروع ہو چکی تھی۔ کار کے وائپرز بار بار چل رہے تھے۔ اس کی آنکھیں بھی بھیگی ہوئی تھیں۔ وہ بار بار ناک سے گیلی سانس کھینچتا۔

اتنے برس سے وہ کہتا آ رہا تھا کہ ہلال زندہ ہے۔ کوئی اس کا یقین نہیں کرتا تھا۔

آج وکرم نے کال پہ بتایا تھا کہ اس کی بہن ہلال، واقعی زندہ تھی اور اسے آج خود بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔

وہ کار پارکنگ میں روک کے تیزی سے باہر بھاگا۔ ہسپتال کی عمارت میں داخل ہوتے ہی بارش نے اسے بھگو دیا تھا۔ لیکن آج اسے پرواہ نہ تھی۔ اندر داخل ہوتے ہی اس نے دائیں بائیں دیکھا۔ ایک طرف پولیس آفیسرز دکھائی دے رہے تھے۔ وہ ان کی جانب بھاگا۔ یقیناً ہلال بھی وہیں کہیں ہوگی۔

"ماہر..." وہ چونک کر پلٹا۔

وہ مالا تھی۔ وہ مخالف سمت ایک دوسرے کاریڈور میں کھڑی تھی۔ اس نے ہسپتال کا لباس پہن رکھا تھا۔ بال پونی میں بندھے تھے۔ اور ہاتھ کی پشت پر آئی وی لگی تھی۔

مالا کو دیکھ کے بہت کچھ یاد آیا۔ اس نے تھوک نگلا۔

"تم ٹھیک ہو؟" پھر بے چینی سے دائیں بائیں دیکھا۔ وہ کسی اور سے ملنے آیا تھا۔

"ماہر، میری بات سنو۔" وہ تیزی سے اس کے قریب آئی۔ اس کے انداز میں کچھ تھا۔ بے چینی، پریشانی۔

"ہلال... ہلال کہاں ہے؟" اس کی آواز کپکپائی۔ وہ دائیں بائیں دیکھ رہا تھا۔

"وہ ٹھیک ہے۔ وہ اندر ہے۔ مگر پہلے بیٹھ کے میری بات سنو۔" وہ اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ اس کا انداز... کچھ پریشان سا تھا۔

"میں تم سے بات کروں گا لیکن بعد میں، مجھے ہلال کو دیکھنا ہے۔" اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔ وہ اس کے راستے میں کھڑی تھی۔ وہ اسے سامنے سے نہیں ہٹا سکتا تھا۔

"پہلے میری بات سنو۔" اس نے اپنا بازو دیوار پر رکھ دیا تاکہ وہ گزر نہ سکے۔

"بعد میں۔" وہ تیزی سے دوسری طرف سے نکل گیا۔ وکرم اس طرف تھا۔ ایک کمرے کے باہر۔ اسے دیکھ کے سر کو خم دیا اور اس کمرے کی طرف اشارہ کیا۔

"ماہر..." وہ بے بسی سے اس کی طرف گھومی۔ لیکن وہ نہیں سن رہا تھا۔ آج اسے کسی کی پرواہ نہیں تھی۔

اس نے کمرے کا دروازہ کھولا تو ساری دنیا جیسے رک گئی۔

ماہر فرید نے کئی برس اس منظر کا تصور کیا تھا۔ کسی دن وہ ہسپتال کے کمرے کا دروازہ کھولے گا اور ہلال اسے کسی بستر پر لیٹی دکھائی دے گی۔ پٹیوں سے جکڑا وجود ہوگا۔ یا شاید... وہ کسی سرد خانے میں داخل ہوگا اور وہ اس کے سامنے ایک لاش سے کپڑا ہٹائیں گے۔ اور وہ ہلال کا چہرہ ہوگا۔

لیکن حقیقت میں ایسا نہیں تھا۔ نہ وہ زخمی تھی نہ اس کے چہرے پر کوئی نشان تھا۔

وہ بستر پر بھی نہیں لیٹی تھی۔ وہ کھڑکی کے ساتھ کھڑی باہر آنکھیں جمائے ہوئے تھی۔ گھنگریالے بال کھلے تھے۔

وہ بڑی ہو گئی تھی۔ لمبی بھی، کمزور بھی لیکن زیادہ خوب صورت بھی۔

وہ ہلال ہی تھی۔ ہیزل اور اس کی لالی۔

"ہلال۔" اس کی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے۔

"ماہر بھائی۔" ہلال نے چونک کر گردن موڑی۔

www.parhlo.com

وہ تیزی سے اس تک آیا۔ وہ رو رہا تھا۔ وہ ہنس رہا تھا۔ اس نے اسے گلے سے لگایا۔ کیا وہ واقعی ہلال تھی؟

وہ یقین کرنا چاہ رہا تھا کہ یہ اس کی ہلال ہے۔

وہ اس سے الگ ہوا۔ وہ وہی تھی اور وہ مسکرا رہی تھی۔

یہ اس کی ہلال تھی۔ وہ زندہ تھی۔ وہ ٹھیک تھی۔ اب وہ اس کے ہاتھ چوم رہا تھا۔ منظر بار بار اس کے آنسوؤں سے دھندلا جاتا۔ وہ ہنس رہا تھا۔ وہ رو رہا تھا۔

"ماہر بھائی..." وہ مسکرا رہی تھی۔ پھر اس نے اپنا دایاں ہاتھ نرمی سے ماہر کی گرفت سے نکالا۔

ماہر نے بھیگی آنکھوں سے اس کا چہرہ دیکھا۔

آنسوؤں کی دھند درمیان میں حائل تھی۔

اس نے پلکیں جھکائیں۔

منظر قدرے واضح ہوا۔ ہلال مسکرا رہی تھی۔

لیکن...

لیکن کچھ غلط تھا۔

"ماہر بھائی... یہ آپ ہو؟" وہ اپنے دائیں ہاتھ سے اس کے چہرے کو چھو رہی تھی۔

وہ اس کو نہیں دیکھ رہی تھی۔

اس کی آنکھیں سامنے دیوار پہ جمی تھیں۔

وہ منجمد ہو گیا۔

"You have a beard now."

(آپ کی ابھی داڑھی ہے) وہ مسکرا کے دوسرے ہاتھ سے اس کے ماتھے کو ٹٹول رہی تھی۔

اس کی آنکھیں...

اس کی بھوری خوب صورت آنکھیں خلا میں دیکھ رہی تھیں۔

اس کی آنکھیں بے نور تھیں۔

وہ کرنٹ کھا کے پیچھے ہٹا۔

کسی نے اس کا دل الٹی چھری سے ذبح کر دیا تھا۔

ہلال دیکھ نہیں سکتی تھی۔

اس کی کنپٹی کے قریب ایک زخم کا مندمل سا نشان تھا۔

ہلال... اندھی ہو چکی تھی۔

وہ قدم قدم پیچھے ہٹتا گیا۔

بے یقینی سے۔ خوف سے۔

ہلال دائیں بائیں ہاتھ کرتی، اسے ڈھونڈنا چاہ رہی تھی۔ ایک سفید چھڑی اس کے ساتھ رکھی تھی۔

وہ پیچھے ہٹتا گیا یہاں تک کہ وہ دیوار سے جا لگا۔ اس کی آنکھیں ساکت تھیں۔

"ماہر بھائی؟ آپ کہاں ہو؟"

وہ پوچھ رہی تھی۔ گردن دائیں بائیں گھماتی۔

وہ کسی مجسمے کی طرح دیوار سے لگا تھا۔

اس کی ساری دنیا بے نور ہو چکی تھی۔

☆☆☆

ماہر کاریڈور میں ایک بنچ پہ بیٹھی مالا نے افسوس سے اس کمرے کے بند دروازے کو دیکھا تھا۔

"اسے میری بات سننی چاہیے تھی۔" وہ ساتھ بیٹھی ماہی سے کہہ رہی تھی جو اس کا ہاتھ تھامے ہوئے تھی۔

"یہ کیسے ہوا؟"

"اسے زیاد نے چھت سے دھکا دیا تھا۔ اس کی جان بچ گئی لیکن اس کی آنکھیں ڈیمیج ہوئی تھیں جس کے باعث اس کی بصارت چلی گئی۔ جو آنکھیں اب ہیں، وہ پروسیجر آئی بالز ہیں۔ وہ بظاہر دیکھنے میں ٹھیک لگتی ہیں لیکن وہ بے نور ہیں۔"

"ماہر کے پاس اتنا پیسہ ہے۔ وہ اس کا علاج کروا لے گا۔ شاید اس کو کوئی آنکھیں ڈونیٹ کر دے تو....." ماہی نے امید باندھنے کی کوشش کی۔

"اس کے نابینا پن کا کوئی علاج نہیں ہے، ماہی۔ دنیا کی ساری دولت بھی اس کی آنکھیں واپس نہیں لا سکتی۔ چھت سے گرنے کے باعث اس کی آنکھوں میں نوکیلی چیزیں چبھ گئی تھیں۔ آنکھ کا اسٹرکچر ختم ہو چکا ہے۔ آپٹک نرو ڈیمیج ہو چکی ہے۔"

"اگر وہ دیکھ نہیں سکتی تو اس نے وہ ڈرائنگز

کیسے بنائیں جو پولیس کو زیاد کی تہہ سے ملی تھیں؟"

"چونکہ وہ ایک زمانے میں دیکھ سکتی تھی اور وہ آرٹ بنائی تھی، سو اس کے ہاتھ کام کرتے ہیں۔ دنیا میں بہت سے بلائنڈ آرٹسٹ اور پینٹرز ہوتے ہیں، ماہی۔ وہ بھی انہی کی طرح تھی۔" وہ بار بار اس بند دروازے کو دیکھتی تھی۔

"اور تم؟" ماہی نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا۔ "تم ٹھیک ہو؟"

وہ ہلکا سا مسکرائی۔

"میں بھی ٹھیک ہوں۔ اور میرا بے بی بھی۔"

ابھی ماہی کے دوسرے سوال بھی شروع ہونے تھے لیکن اس میں ان کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں تھی۔

"کشمالہ مبین؟"

کسی نے اسے پکارا تو وہ پلٹی۔ پیچھے سفید سوٹ میں ملبوس ڈاکٹر کھڑی تھی۔

"مجھے آپ سے ایک بات کرنی ہے۔"

وہ اس کے پیچھے چلتی اس کے آفس تک چلی آئی اور سفید دروازے بند کر دیے۔

☆☆☆

ہلال کے کمرے میں وہ ابھی تک، دیوار سے لگا کھڑا تھا اور وہ کھڑکی کے ساتھ کھڑی اس کو پکار رہی تھی۔

پھر وہ وہیں نیچے بیٹھ گیا۔ اور سر گھٹنوں میں دے کر پھوٹ پھوٹ رونے لگا۔

وہ سفید چھڑی سے چلتی ہوئی اس کے قریب آئی۔ پھر پنجوں کے بل اس کے سامنے بیٹھی۔ ہاتھوں سے اسے ٹٹولا۔ وہ سر جھکائے بچوں کی طرح رو رہا تھا۔

"ماہر بھائی؟" اس نے نرمی سے اس کا کندھا چھوا۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

ماہر نے آنسوؤں سے بھیگا چہرہ اٹھایا۔

"تم مجھے دیکھ نہیں سکتیں، لالی۔ تم مجھے کبھی نہیں دیکھ سکو گی؟" وہ بے یقین تھا۔ قسمت اس کے ساتھ ایسا مذاق کیسے کر سکتی تھی؟

ہلال نے اپنا چہرہ اس کے کان کے قریب کیا۔

"جو میں دیکھ سکتی ہوں، وہ کوئی نہیں دیکھ سکتا۔"

ماہر نے اپنے بازو اس کے گرد پھیلا دیے۔ وہ زمین پر بیٹھے بیٹھے اس کے گلے لگ گئی۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ اس کی بے نور آنکھیں دور کہیں کسی منظر نامے پہ جمی تھیں۔ اور وہ اس کے گھنگریالے بالوں میں چہرہ چھپائے رو رہا تھا۔

وہ اس کا چھوٹا بھائی تھا۔

اور وہ اس کی بڑی بہن تھی۔

☆☆☆

ایک ہفتے بعد۔

ماہر نے کار سڑک کنارے بنے پارکنگ ایریا میں روکی۔ پھر باہر نکلا اور متلاشی نگاہوں سے دائیں بائیں دیکھا۔

وہ اسے جلد ہی دکھائی دے گئی۔

اس خالی احاطے کے سرے پہ وہ ایک بنچ پر بیٹھی تھی۔ اس کی ماہر کی جانب کمر تھی۔ بال کھلے تھے اور وہ گردن اٹھائے روشن آسمان کو دیکھ رہی تھی۔

وہ گھاس پہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اس کے قریب آیا۔

وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اوپر دیکھ رہی تھی۔ مالا کے عین سامنے ایک باڑ بنی تھی اور اس کے پار ایک کھلے سبزہ زار میں بہت سے رن وے بنے تھے۔ وہ ائیر پورٹ کا احاطہ تھا۔ جہاز اتر رہے تھے۔ جہاز اڑ رہے تھے۔ جہاز فضا میں تیر رہے تھے۔

"تمہیں پلین لینڈنگز اچھی لگتی ہیں؟" وہ اس کے قریب بنچ پہ بیٹھا۔ مالا نے چونک کے اسے دیکھا۔ پھر اسی مسکراہٹ کے ساتھ ثانے اچکا دیے۔

"بہت۔ میں اکثر یہاں آتی ہوں۔" پھر دائیں بائیں گردن گھمائی۔ "اکثر لوگ اپنے بچوں کے ساتھ یہاں آتے ہیں۔ آج کوئی نہیں ہے۔"

زیاد جیل میں تھا۔ سرکار مر چکی تھی۔ اور اس کے

www.parhlo.com

چہرے کے تینوں دانے اس ایک ہیے میں غائب ہو چکے تھے۔ وہ بالآخر پرسکون لگ رہی تھی۔

چند لمحے خاموشی سے گزر گئے۔ وہ سر جھکائے جوتے سے گھاس کے تنکے کو مسلتا رہا۔ اس کا چہرہ، ایک ہفتے پہلے پولیس اسٹیشن میں رات گزارنے والے ماہر فرید سے بہتر لگ رہا تھا۔ بظاہر تازہ دم، صاف لباس، تراشیدہ شیو، لیکن اس کی آنکھیں ویران تھیں۔

"تم نے مجھے نہیں بتایا کہ سرکار کون تھی۔ بدر کون تھا۔" وہ بولا تو اس کی آواز میں کرب تھا۔ "تم نے مجھ پہ اعتبار کیوں نہیں کیا؟"

"میں نے تمہیں بتایا تھا کہ میں تم پہ اعتبار نہیں کرتی، ماہر! اور یہ بھی کہ میں تمہیں سب نہیں بتاؤں گی۔"

وہ سامنے دیکھ رہی تھی۔ دور سے ایک جہاز گڑگڑاتی آواز کے ساتھ ان کی طرف آرہا تھا۔

"تم بتا سکتی تھیں۔"

"جیسے تم بتا سکتے تھے جب تم لاہور آئے تھے۔" اس نے چہرہ موڑ کے ماہر کو دیکھا۔ "اب تمہیں معلوم ہوا ماہر فرید کہ کسی کو دھوکہ دینا کیسا ہوتا ہے؟"

ماہر نے سر اٹھا کے اسے دیکھا۔ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پہ کوئی ملال نہ تھا۔

"چلو... ہمارا حساب برابر ہوا۔ لیکن..." اس کی آواز میں گلہ در آیا۔ "تم مجھ پہ بھروسا کر سکتی تھیں۔"

"تم نے کبھی ہمارے درمیان بھروسے کا رشتہ بننے ہی نہیں دیا۔ پھر میں کیسے تم پہ بھروسا کرتی؟" وہ سامنے دیکھنے لگی۔ وہ جہاز عین ان کے سروں کے اوپر سے گزر کے رن وے کی طرف چلا گیا تھا۔

"اپنے بچے کی محبت مختلف ہوتی ہے، ماہر۔ اس میں کچھ حیوانی سا ہوتا ہے۔ مجھے اپنے بچے کو بچانا تھا۔ مجھے معلوم تھا اس کا نتیجہ دو ہی صورتوں میں نکلے گا۔ یا میں مر جاؤں گی۔ یا تم لوگ مجھے ڈھونڈ لو گے

[illegible] ایسی زندگی نہیں چاہیے تھی جس میں وہ آزاد پھرتا رہے۔"

"وہ تمہیں مار سکتا تھا۔"

"وہ مجھے کبھی نہ مارتا۔ ماہی اسے وہ سب نہ کہتی، تب بھی اس نے ہماری لوکیشن بتا دینی تھی۔ اگر اسے مجھے مارنا ہوتا تو گولی مار دیتا۔ اتنی لمبی مہلت نہ دیتا۔ اسے امید تھی کوئی ہمیں بچا لے گا۔" دور سے جہاز کا شور سنائی دینے لگا۔ مالا نے سر اٹھایا۔ شمال سے ایک نیلا جہاز اس طرف آرہا تھا۔

"مجھے تمہارے اوپر بہت غصہ ہے، مالا۔" وہ دکھ سے اسے دیکھ رہا تھا۔ "تم نے مجھ پہ بھروسا نہیں کیا۔ تم نے مجھ سے سچ چھپایا۔ میں اس کے لیے شاید تمہیں کبھی معاف نہ کر سکوں۔"

جہاز عین ان کے سر پر سے گزر رہا تھا۔ اتنا بڑا اتنا قریب ہوا سے اس کے بال پیچھے کو اڑنے لگے۔ وہ مسکرا دی۔

"لیکن میں تمہارا احسان مند بھی ہوں۔ تم نے ہلال کے لیے اپنی جان خطرے میں ڈالی۔"

جہاز زن سے بنچ پہ بیٹھے دو نفوس کے اوپر سے گزرا اور سیدھا رن وے پہ جا کے اترا۔

"یاد ہے میں نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ لاہور میں۔"

"مجھے یاد ہے۔" ایک دوسرے جہاز کی آواز پہ بے اختیار اس نے گردن موڑی۔ آنکھوں میں اشتیاق اور ایکسائٹمنٹ تھی۔ دل جوش سے بھر گیا تھا۔ اسے لگا تھا وہ بہت عرصے بعد خوش ہوئی تھی۔

"اگر تم ہلال کی مدد کرو گی، تو تم مجھے خرید لو گی۔ تم بدلے میں مجھ سے جو مانگو گی، میں دوں گا۔" وہ رکا اور تنبیہ میں ابرو اٹھائی۔ "سوائے معافی کے، میں تمہیں اس چیز کے لیے معاف نہیں کروں گا۔"

جہاز اتر گیا تو اس نے مسکرا کے ماہر کو دیکھا۔

"مجھے تمہاری معافی چاہیے بھی نہیں۔"

وہ بھی ہلکا سا مسکرا دیا اور سر جھٹکا۔

"اگر تمہیں کچھ چاہیے..."

"مجھے تم سے کچھ نہیں چاہیے، ماہر۔ میں نے کہا تھا نا، بنا مانگے تم میری مدد نہیں کرو گے۔ اور مجھے خوشی ہے کہ تم نے زندگی میں پہلی دفعہ میری بات مانی۔"

ماہر چپ ہو گیا۔ چند لمحے وہاں خاموشی چھائی رہی۔ ایئرپورٹ کی فضا بھی ساکن رہی۔ جیسے سارے جہاز یہاں کا راستہ بھول بیٹھے ہوں۔

"ہلال کیسی ہے؟" اس نے دھیرے سے پوچھا۔

"ٹھیک ہے۔" ماہر نے سر جھکا دیا۔ "میں اس کا کیس اس ایک ہفتے میں بہت سے ڈاکٹرز کو بھیج چکا ہوں۔ نگینہ سلطان نے مجھ سے پہلے ہر طرح سے ہلال کا علاج کروانے کی کوشش کی تھی۔ اس کی مسخ شدہ آنکھوں میں پروستھیٹک آئی بالز تک لگوا دیے تھے۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ زیاد سلطان نے جو ظلم میرے ساتھ کیا ہے، اس کا کوئی مداوا نہیں ہو سکتا۔"

"اور بیریل؟ تم نے اسے بتایا؟"

ماہر نے نفی میں سر ہلایا۔ وہ اب سر جھکائے جوتے سے گھاس مسل رہا تھا۔

"جب مالک کو معلوم ہوا کہ نگینہ سلطان کے ساتھ سفر کرنے والی بچی کی پروستھیٹک آئیز تھیں، یعنی وہ نابینا تھی، تو اس نے مجھے نہیں بتایا۔ ویسے ہی میں نے ابھی بیریل کو نہیں بتایا۔ تاکہ اس کی تکلیف کے دن کم ہوں۔ واپس جا کے بتاؤں گا۔"

"واپس؟" وہ چونکی۔ ماہر نے چہرہ اٹھا کے اسے دیکھا۔

"میں ہلال کو لے کر استنبول جا رہا ہوں۔ سرکار مر چکی ہے۔ زیاد جیل میں ہے۔ میں واپس جا کے گرفتاری دے دوں گا۔"

اور تب اسے یاد آیا۔ وہ استنبول میں پولیس کو مطلوب تھا۔

اس کے تاثرات دیکھ کے وہ ہلکا سا مسکرایا۔ "ڈونٹ وری۔ میں چند دن میں باہر آجاؤں گا۔ میری وکیل بہت اچھی ہے۔"

"اور تمہارے پاس اتنا پیسہ ہے کہ تم جج خرید سکو۔" وہ مسکرا کے شانے اچکا کے رہ گیا۔

"اور تم؟ تم کیا کرو گی؟"

اب کے اس نے غور سے مالا کو دیکھا۔

وہ اب گردن اٹھائے آسمان کو اشتیاق سے دیکھ رہی تھی۔ افق سے ایک زرد رنگ کا جہاز طلوع ہو رہا تھا۔

"میرا اسائلم کیس مزید مضبوط ہو گیا ہے۔ میرا وکیل خوش ہے۔ مجھے جلد ہی آرمل جائے گا اور چند سال بعد سیٹیزن شپ۔ باقی میٹے بھی میں ہینڈل کر لوں گی۔" وہ مسکرائی۔ وہ جانتی تھی کہ اسے اپنا اسائلم کیس مضبوط کرنے کے لیے یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ اس کو اپنے شوہر سے جان کا خطرہ ہے۔ اور یہ بات اب پتھر پہ لکھی جا چکی تھی۔

"کیا تم زیاد سے ملیں؟"

"نہیں۔ اس نے کسی سے بھی ملنے سے انکار کر دیا ہے۔ اس کی ماں نے مرنے سے پہلے ایک خط چھوڑا تھا جس میں اس نے ہلال کے اغوا کی ذمہ داری لی تھی۔ اور اپنے بیٹے کو بری الذمہ قرار دیا تھا۔ اس نے یہ بھی لکھا تھا کہ اس نے اپنے بیٹے سے کہا ہے کہ وہ اسے یوتھنائز کر دے۔ (یعنی اس کو مار کے زندگی کی اذیت سے بچا لے)"

"جانتا ہوں۔ تمہیں لگتا ہے وہ جلد رہا ہو جائے گا؟"

"زیاد نے ہماری لوکیشن پولیس کو بتا دی تھی۔ پھر اس کی ماں کا خط۔ ہاں۔ وہ چند سالوں میں رہا ہو جائے گا۔ لیکن اس کے وکیل نے مجھے کہا ہے کہ زیاد میرے بچے سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتا۔ اور وہ اس کی ذمہ داری نہیں لے گا۔"

"اور؟" وہ بغور اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا اور وہ آسمان کو۔

"اس نے مجھے طلاق دینے سے انکار کیا ہے۔ لیکن پاکستان میں ہمارا کیس چل رہا ہے۔ اس کے پیش نہ ہونے کی وجہ سے چند دن میں مجھے خلع مل

www.parhlo.com

جائے گی۔"

اس نے آنکھیں بند کر کے گہری سانس لی۔ چند دن بعد وہ زیاد سلطان سے آزاد ہوگی۔ اور بچے کی پیدائش کے بعد اس کی عدت ختم ہو جائے گی۔

"اور ماہی؟ وہ تم پہ غصہ ہے؟"

اس نے آنکھیں کھولیں۔ دنیا زیادہ خوش گوار لگ رہی تھی۔

"نہیں۔ وہ بس یہ سمجھتی ہے کہ میں اس بچے کو دنیا میں لا کے غلطی کر رہی ہوں۔" اس نے چہرہ موڑ کے سوچتی نگاہوں سے ماہر کو دیکھا۔

"تمہیں بھی لگتا ہے کہ میں غلط ہوں۔"

اس نے سر نفی میں ہلایا۔

"تمہیں یہ حق نہیں ہے مالا، کہ تم باپ کے جرم کی سزا اس کے بچے کو دو۔"

وہ دھیرے سے مسکرا دی۔

صفورا، ماہی، ثمر خالہ... سب نے کہا تھا اب بھی وقت ہے۔ وہ اس بچے کو ختم کر دے۔ لیکن وہ پہلا انساں تھا جس نے اس کے فیصلے کا ساتھ دیا تھا۔

اتنے عرصے بعد پہلی دفعہ اسے ماہر فرید برا نہیں لگا تھا۔ "تم اس سرد ملک میں کیوں رہنا چاہتی ہو؟" وہ اب سامنے دیکھ رہا تھا۔ دور سے ایک جہاز اڑتا ہوا ان کی طرف آ رہا تھا۔

"تم استنبول آ سکتی ہو۔ تم وہاں بھی اپنی نئی زندگی شروع کر سکتی ہو۔"

مالا نے گردن موڑ کے غور سے اسے دیکھا۔

"مجھے استنبول کی امید پر اپنی نئی زندگی نہیں شروع کرنی، ماہر۔ مجھے اپنے اور اپنے بچے کے لیے اپنی زندگی شروع کرنی ہے۔"

وہ کیا کہہ رہی تھی، وہ سمجھ سکتا تھا۔ وہ ابھی تک زیاد کی بیوی تھی۔ اور وہ اس سے طلاق کسی دوسرے مرد کی امید پہ نہیں لے رہی تھی۔ یاسمین درست کہتی تھی۔ اسے مالا کی زندگی سے نکل جانا چاہیے تھا۔ وہ ایک طلاق کے ٹراما سے گزرتی لڑکی کو کنفیوز نہیں کر سکتا تھا۔

"ہاں آف کرنے آؤ گی؟" وہ اب بھی سامنے دیکھ رہا تھا۔ وہ چند لمحے اسے دیکھتی رہی۔

اس ایک لمحے میں مالا کے اس شخص سے سارے گلے شکوے دور ہو گئے۔ وہ صرف ایک بھائی تھا جس کو اپنی بہن کی تلاش تھی۔ اس نے جو کچھ کیا، اپنی بہن کے لیے کیا۔ جیسے اس نے جو کچھ کیا، اپنے بچے کے لیے کیا۔

"میں آؤں گی۔" وہ ہلکا سا مسکرائی۔

"اور اگر..." وہ سوچ سوچ کے کہہ رہا تھا۔ "کبھی میں تمہیں ٹیکسٹ کروں تو کیا تم جواب دو گی؟"

وہ اپنی امید زندہ رکھنا چاہتا تھا۔

اس نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلا دیا۔ "میں جواب دوں گی۔"

وہ بھی مسکرا دیا۔ شاید یاسمین غلط تھی۔ شاید اسے ایک کوشش کرنی چاہیے۔ ابھی نہیں۔ جب تک وہ زیاد کی بیوی ہے اور وہ اس کیس میں پھنسا ہوا ہے، تب تک نہیں۔ اس کے بعد۔ شاید۔ اگر وہ مختلف حالات میں ملے... تب شاید...

وہ اسے خدا حافظ کہہ کے اب اٹھ گئی تھی۔ ماہر خاموشی سے اسے جاتے دیکھتا رہا۔ وہ بس اسٹاپ تک جا رہی تھی۔ وہ اسے ڈراپ کرنے کی پیشکش نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اس کی وہ مدد قبول نہ کرتی جو اس نے مانگی نہیں تھی۔

☆☆☆

پلین لینڈنگ ایریا سے وہ سیدھی بس اسٹاپ تک آئی تھی۔ اور اس وقت وہ بس میں بیٹھی موبائل اسکرول کر رہی تھی جب خیال آیا۔ کیا لوگ ابھی تک اس کو ٹک ٹاک پہ گالیاں دے رہے تھے؟ اسے وہ ویڈیو مٹا دینی چاہیے۔ اس وقت جوش میں بنا لی۔ اب شرمندگی ہونے لگی۔

اس نے ٹک ٹاک فون سے مٹا دیا تھا۔ اب دوبارہ انسٹال کیا۔ اپنی ویڈیو کھولی۔ شرمندگی بڑھ گئی۔ ہزاروں کمنٹس آ چکے تھے۔ گالیاں۔ باڈی

شیمنگ۔ وہ لوگ اس کے اوپر چڑھ دوڑے تھے۔ اف۔ اس نے سر اٹھایا۔ بس میں موجود سواریاں روبوٹس کی طرح باہر دیکھ رہے تھے۔ کوئی اس کی طرف متوجہ نہ تھا۔ شکر ہے وہ اس کو نہیں پہچانتے تھے۔

اس نے ڈیلیٹ کا بٹن دبایا۔ پھر وہ رک گئی۔ لائیکس اور فالوورز کافی بڑھ چکے تھے۔

اس کی انگلی انباکس پر رینگ گئی۔

وہاں بھی میسجز کی بھرمار تھی۔ وہی گالیاں۔ وہی باتیں۔ اف اتنے ٹاکسک میسجز۔ اس کے سر میں درد ہونے لگا۔ سوشل میڈیا شدید ٹاکسک تھا۔ وہ اس ایپ کو پھر سے ڈیلیٹ کر دے گی۔ میسجز پہ اس کی انگلی نیچے جا رہی تھی۔ یہ لوگ جو اس کو اتنے غصے سے گالیاں دے رہے تھے، وہ نہیں جانتے تھے کہ چند دن پہلے وہ ایک فریزنگ یونٹ میں تھی۔ وہ مرنے والی تھی۔ اگر وہ مر جاتی تو یہی لوگ اس کو femicide victim (صنف کی بنیاد پر قتل) قرار دے کر اس کے لیے شمعیں جلاتے۔ دو رخ والے منافق۔

اس کا ہاتھ ٹھہر گیا۔

ایک میسج مختلف تھا۔

"میری ایک ماہ بعد شادی ہے اور مجھے موٹا نہیں لگنا۔ کیا آپ میری تصویریں کھینچ سکتی ہیں جیسے اس موٹی لڑکی کی کھینچی تھیں؟"

وہ بالکل ساکت ہو گئی۔ اور پھر اس کی آنکھوں نے میسجز کو اسکین کرنا شروع کیا۔ جیسے ریت سے سیپ چنتے ہیں۔

"میری ناک درست نہیں۔"

"میرے شوہر کا قد مجھ سے چھوٹا ہے لیکن وہ تصاویر میں لمبا لگنا چاہیے۔"

"آپ جو پیسے مانگیں گی میں دوں گی۔ میں پریگنینٹ ہوں لیکن میری شادی کی پکچرز ایسی ہوں کہ انڈیا بھیجوں تو پریگنینٹ نہ لگوں۔"

میسجز ہی میسجز۔ ون کوور اور کینیڈا کے دوسرے شہروں کے کتنے ہی لوگوں کے میسجز تھے۔

ان سیکیورٹیز کا شکار خوف زدہ لوگ۔ وہ تصاویر میں وہ لگنا چاہتے تھے جو وہ حقیقت میں نہیں تھے۔ اور اگر لوگوں کی انسیکیورٹیز اس کے بلز پے کر سکتی تھیں، جیسے پلاسٹک سرجنز اور میک اپ آرٹسٹ کرتی ہیں، تو اس کی آراء اور ویلیوز ایک طرف چلے جانے چاہیے تھے۔ اسے اس سرد ملک میں سروائیو کرنا تھا۔ اسے اپنا بچہ پالنا تھا۔

وہ ہنسی سے مسکرا دی۔ اور اس کی انگلیاں تیزی سے کی پیڈ پہ چلنے لگیں۔

☆☆☆

سوموار کی صبح وہ مسکراتے ہوئے جے پی کے دروازے کی بیل بجا رہی تھی۔ وہ نکلی تو اس کا چہرہ حیران تھا۔

"مالا؟ تم اس وقت؟" پھر جے پی کے چہرے پہ شرمندگی اتری۔ "آئی ایم سو سوری جو تمہارے ساتھ ہوا۔"

"نو ہرٹ۔ یہ رہے تمہارے پیسے۔" اس نے ایک پھولا ہوا لفافہ اس کی طرف بڑھایا جس میں زیادہ تعداد ان نوٹوں کی تھی جو اس انڈین دلہن نے دیے تھے جو وقت سے پہلے پریگنینٹ ہو چکی تھی۔ اور اسے اپنی شادی کی تصاویر سارے خاندان کو انڈیا میں بھیجنی تھیں۔

"اب تم اس عورت کے ساتھ سیٹل منٹ کر سکتی ہو۔ باقی میں تمہاری جاب چھوڑ رہی ہوں۔ مجھے باریستا بننے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے ایک دوسرا کیریئر چن لیا ہے۔" وہ تمتماتے چہرے کے ساتھ کہہ رہی تھی۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ وہ آزاد تھی۔ وہ بالآخر آزاد تھی۔

جے پی نے لفافہ تھامنے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھائے۔ اس کے چہرے پہ ندامت تھی۔

"مالا تم رہنے دو پلیز۔ تم پہلے ہی اتنے پرابلم سے گزری ہو۔ پھر تم پریگنینٹ ہو۔"

"میں جانتی ہوں تمہیں کیف جمال نے یہ

www.parhlo.com

کرنے کو کہا تھا۔ لیکن خیر۔ یہ میری غلطی تھی۔ میری وجہ سے ایک عورت سلپ ہوئی۔ سو مجھے پیسے دینے ہیں۔ اب تمہارا میرا معاملہ ختم۔" اس نے جتا کے کہتے ہوئے لفافی دوبارہ بڑھایا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے 'مالا۔ آگے تمہارے بہت اخراجات ہوں گے۔ اس ملک میں بچہ پالنا آسان نہیں ہے۔" اس نے اس کا ہاتھ واپس پلٹا دیا۔ کشمالہ ٹھہر گئی۔ مسکراہٹ غائب ہوئی۔ غور سے اس کے چہرے کو دیکھا۔

"لیکن جے پی... تم نے اس عورت کو پیسے دینے ہیں نا۔ تو یہ اس کو دے دو۔ بات ختم۔"

جے پی نے نگاہیں جھکا لیں۔ جے پی پیسے کیوں نہیں لے رہی تھی؟

وہ ٹھہر گئی۔ ایک دم جیسے دماغ میں جھماکا ہوا۔

"کسی نے تمہیں پہلے ہی ادائیگی کر دی ہے۔ ہے نا؟" وہ پلک تک نہ جھپک سکی۔

"مالا..." جے پی نے خشک ہونٹوں پہ زبان پھیری۔ "کوئی میری جگہ پیسے ادا کر چکا ہے۔ اسی لیے تم نے اتنے دن سے اصرار نہیں کیا۔"

اس کے جسم کا سارا خون آنکھوں میں اتر آیا تھا۔ "کس نے دیے ہیں پیسے؟ کس نے؟" وہ لفافے بھینچے بلند آواز میں پوچھ رہی تھی۔

گو کہ اسے پوچھنے کی ضرورت نہ تھی۔ وہ جانتی تھی۔

☆☆☆

ماہر گیلے بال تولیے سے رگڑتا کمرے سے نکلا ہی تھا جب ڈور بیل بجی۔ اور اگلے ہی لمحے دروازہ زور زور سے دھڑ دھڑایا جانے لگا۔ جیسے کوئی اپنی مٹھی اس پہ مار رہا ہو۔ وہ چونکا۔ ماتھے پہ بل پڑ گئے۔ تولیہ ایک طرف اچھالا اور سیدھا دروازے تک آیا۔ جھک آنکھ سے باہر جھانکا۔ اس کا چہرہ دیکھ کے تعجب ہوا۔

"مالا؟ سب خیریت ہے؟"

دروازہ کھولا تو دیکھا... وہ سرخ چہرہ لیے چوکھٹ میں کھڑی تھی۔

"تم خود کو کیا سمجھتے ہو؟ بہت پیسہ ہے تمہارے پاس؟" اس نے دونوں ہاتھوں سے ایک لفافہ اس کے سینے پہ اچھالا تھا۔ وہ بے اختیار دو قدم پیچھے ہوا۔ ایک نظر ان نوٹوں کو دیکھا جو لفافے سے نکل کے بکھر گئے تھے۔ اور پھر اس کے چہرے کو۔

اس کے گال گلابی اور آنکھیں گیلی تھیں۔

"میں نے تمہیں منع کیا تھا۔ منع کیا تھا کہ تم میری زندگی میں مداخلت نہیں کرو گے۔" وہ دبا دبا سا چلا رہی تھی۔

"بیٹھ کے بات کرتے ہیں۔" اس نے نرمی سے کہنا چاہا لیکن اب دیر ہو چکی تھی۔

"تم نے پھر سے وہی کیا جو تم کرتے آئے ہو۔ تم نے پھر سے اپنا پیسہ استعمال کیا۔ تم سمجھتے کیا ہو خود کو؟" "کیونکہ تم رو رہی تھیں۔" وہ دونوں ہاتھ اٹھا کے ایک دم بولا تو اس کی آواز میں بے بسی تھی۔ "میں تم سے ملنے آیا اور تم رو رہی تھیں۔ باتھ روم کے فرش پہ۔ اور اس میں تمہارا قصور نہیں تھا۔ زیاد نے تمہیں اس میں پھنسایا تھا۔"

"اور تمہارا گاڈ کمپلیکس زندہ ہو گیا اور تم نے سمجھا کہ تم مجھے بچا لو گے؟" وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"تمہیں میری اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آئی 'ماہر فرید؟ تمہیں میری خواہش کا ذرا سا احترام نہیں آیا؟" "پھر تم کیا کرتیں؟" اس کی آواز بلند ہونے لگی۔ "جو بھی کرتی' میں تمہارے پاس پیسوں کے لیے نہ آتی۔" وہ دکھ سے کہہ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔

"میں تمہیں آزما رہی تھی۔ میں دیکھنا چاہ رہی تھی کہ تم وہی ہو یا بدل گئے ہو۔ لیکن تم نے وہی کیا جو تم ہمیشہ کرتے ہو۔ تم نے پھر سے مجھے دھوکہ دیا۔"

دروازہ ابھی تک آدھا کھلا تھا۔ چند لمحے خاموشی سے گزر گئے۔ وہ چوکھٹ میں کھڑی چند لمحے گہرے گہرے سانس لیتی رہی۔

"آئی ایم سوری۔" وہ شکستہ سا بولا۔ گیلے بال اس کی شرٹ کے کندھوں کو بھگو رہے تھے۔

"مجھے تمہاری مدد چاہیے ہوتی تو میں مانگ لیتی۔" وہ اب کے بولی تو اس کی آواز آہستہ تھی لیکن سانس ہنوز پھولا ہوا تھا۔ "پیسے میں اپنی بہن سے بھی لے سکتی تھی۔ تم دنیا کے واحد پیسے والے شخص نہیں تھے۔ مگر مجھے یہ پیسے خود کمانے تھے' ماہر۔ مجھے اپنے پیروں پہ کھڑا ہونا تھا۔ اور میں نے وہ کر کے دکھایا۔ مجھے اپنے آپ پہ مان تھا کہ میں کسی مرد کی مدد کے بغیر خود اس مسئلے سے نکل آؤں گی۔ اسی لیے میں نے تمہیں مداخلت کرنے سے منع کیا تھا۔ لیکن تم نے مجھ سے میرا مان بھی چھین لیا کہ میں اپنے بل پہ کچھ کر سکتی ہوں۔ تم نے مجھے یہ احساس دلایا کہ مجھے ہمیشہ ایک مرد کی ضرورت رہے گی۔"

اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن نہیں کہہ سکا۔ یاسمین درست کہتی تھی۔ اسے اس مرحلے میں کشمالہ سے دور رہنا چاہیے تھا۔

"تم میری ایک خواہش کا احترام نہیں کر سکے۔" وہ زخمی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"اب بتاؤ میری کیا سزا ہے؟" وہ شکستگی سے پوچھ رہا تھا۔ اس کا سر درد کرنے لگا تھا۔

"مجھے تمہیں کوئی سزا نہیں دینی۔" اس نے ہتھیلی کی پشت سے آنسو صاف کیے اور فرش پہ بکھرے کاغذوں کو دیکھا۔ "یہ رہے تمہارے پیسے۔ اب ہمارا حساب برابر ہوا۔"

پھر وہ رکی۔

وہ جانتا تھا وہ کیا کہنے والی ہے۔ وہ مالا کو بہت اچھے سے جانتا تھا۔

"میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں۔ میں تمہارے کسی میسج کا جواب نہیں دوں گی۔ نہ میں تم سے رابطہ رکھنا چاہوں گی۔ ہلال سے میری طرف سے معافی مانگ لینا۔" اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ وہ جانتا تھا' وہ اس کا اعتبار پھر سے کھو چکا تھا۔

"کیونکہ تم ہمیشہ یہی کرو گے۔ تم میری زندگی اسی طرح کنٹرول کرنے کی کوشش کرو گے۔ تم ہمیشہ اپنے پیسے سے سب فکس کرنے کی کوشش کرو گے۔ اور میں تمہاری ان گیمز سے تھک چکی ہوں۔ میں تمہاری manipulation (جوڑ توڑ) تھک چکی ہوں۔ تم ایک بزنس مین ہو اور رہو گے۔" اس کا دل بری طرح زخمی ہو چکا تھا۔

"ہلال اندر ہے۔ وہ سب سن رہی ہے۔ بتاؤ میں اسے کیا کہوں گا؟"

"یہی کہ وہ اور بدر ایک دوسرے سے کبھی نہیں ملیں گے۔"

وہ اسے شکوہ کناں نظروں سے دیکھتی پلٹ گئی۔ ماہر تیزی سے اس کے پیچھے آیا۔

"مالا..." اس نے پکارا۔ "میرا وعدہ قائم ہے۔"

وہ لفٹ کے دروازے کے قریب کھڑی تھی۔ چہرہ نہیں موڑا۔

"میں تمہارا مقروض ہوں۔ تمہارا احسان ہے میرے اوپر۔ تم جب مجھے پکارو گی میں تمہارے لیے آؤں گا۔ لیکن تمہارے پکارے بنا نہیں آؤں گا۔"

کشمالہ نے پلٹ کے اسے دیکھا۔ اس کے چہرے پہ افسوس بھی تھا اور ملال بھی۔

"اور میں قسم کھا کے کہتی ہوں' ماہر فرید! کہ میں نہ کبھی تمہیں مدد کے لیے پکاروں گی اور نہ کبھی تمہارے پاس آؤں گی۔ تم زندگی میں دوبارہ میری شکل نہیں دیکھو گے۔"

لفٹ کے دروازے کھلے اور وہ اس کے اندر چلی گئی۔ وہ آزردگی سے اسے دیکھے گیا۔ وہ بھی بھیگی آنکھوں میں ملامت لیے اسے دیکھ رہی تھی۔

دھاتی دروازے آپس میں مل گئے۔ وہ ان کے پیچھے غائب ہو گئی۔

وہ کافی دیر چوکھٹ میں کھڑا رہا۔ پھر زور سے دیوار کو ٹھوکر ماری۔ اتنے زور سے کہ پیر کا انگوٹھا درد کرنے لگا۔

اور یہ وہ دن تھا جب کشمالہ مبین ماہر فرید کی زندگی سے چلی گئی۔

☆☆☆

www.parhlo.com

چار سال بعد۔

استنبول۔

ایئرپورٹ کے باہر ٹیکسی ز کی لائن لگی تھیں۔ ایک بوڑھا ہلکا رجو وردی میں ملبوس تھا' باری باری قطار میں کھڑے لوگوں کو arrivals کے دروازے سے نکال کے ٹیکسی میں بٹھا رہا تھا۔

اس نے ایک بوڑھے جوڑے کو بٹھا کے ٹیکسی روانہ کی۔ پھر چہرہ موڑا تو اب اس لڑکی کی باری تھی جو قطار میں سب سے سامنے کھڑی تھی۔ سن گلاسز بالوں پہ ٹکائے' کانوں میں ایئر پوڈز لگائے' ایک ہاتھ سے مسلسل موبائل پہ کچھ ٹائپ کر رہی تھی۔ دوسرے ہاتھ سے سلور کیری آن بیگ کا ہینڈل تھام رکھا تھا جس کے راڈ کے ساتھ ڈیزائنر بیگ اٹکا تھا۔ اس نے کہنی تک آتی آستین والا سفید منی کوٹ پہن رکھا تھا اور نیچے ٹخنوں سے ذرا اونچا سیاہ ڈریس تھا جو ہوا کے باعث پھڑپھڑا رہا تھا۔ پیروں میں سفید ہائی ہیلز تھیں۔

"حانم آغندی...." اس نے اسے پکارا۔ اس نے چہرہ اٹھایا۔ اس کی آنکھیں سبز تھیں۔ کانوں میں ڈائمنڈز تھے۔ بیگ پر بزنس کلاس کا ٹیگ لگا تھا۔ اس نے ٹیکسی کی طرف اشارہ کر دیا۔ وہ شکریہ کہہ کے آگے بڑھ گئی۔ ڈرائیور نے ٹیکسی کا دروازہ کھولا اور اس کا بیگ لے لیا۔ وہ اسی طرح موبائل پہ جھکی پچھلی سیٹ پہ بیٹھی۔

نوجوان ڈرائیور نے کار سڑک پہ ڈالتے ہوئے بیک مرر میں اس کا چہرہ دیکھا۔ اس کے بال کندھوں تک آتے تھے اور بالکل سیدھے تھے۔ ہلکا میک اپ۔ سیٹ پہ رکھے بیگ کے اندر ایک کیمرہ جھلک رہا تھا۔

"کہاں جائیں گی؟"

"فورسیزنز۔"

وہ خاموشی سے کار ڈرائیو کرنے لگا۔ کار ایئرپورٹ سے شہر کی طرف جا رہی تھی۔ یہ پون گھنٹے کی ڈرائیو تھی۔

"ہاں۔ ابھی چیک ڈاؤن کیا ہے۔" وہ اب کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے فون پہ کسی سے کہہ رہی تھی۔

"نہیں ابھی نہیں۔ مجھے ہوٹل میں چیک ان کرتے ہی کہیں جانا ہے۔ وہاں سے میں تمہارے پاس آجاؤں گی۔ ۴ بجے تک۔" رک کے کچھ سنا۔ "نہیں مجھے سات بجے تک فری ہونا ہے۔ میری ایک اہم میٹنگ ہے سات بجے۔ میں نے کسی کو وقت دے رکھا ہے۔" کلائی پہ بندھی گھڑی دیکھی۔ "نہیں' کہا نا ابھی مجھے کسی جگہ پہنچنا ہے۔ بہت اہم ہے۔" سپاٹ لہجے میں کہہ کے فون رکھ دیا۔ اب وہ کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ اس کی سبز آنکھوں کے گرد مدھم سی لکیریں تھیں۔ نوجوان ڈرائیور نے آئینے میں اسے دیکھا۔

"آپ سیاح ہیں؟"

"نہیں۔"

"کیا کرتی ہیں؟"

"تمہارا نام کیا ہے؟" اس نے چہرہ موڑ کے اسے دیکھا۔

"بلنت۔"

"بلنت' میں فوٹوگرافر ہوں۔ الوژن فوٹوگرافر۔" وہ نرمی سے مسکرائی۔

"وہ کیا ہوتا ہے؟"

"فوٹوگرافرز کے جادوگر۔ وہ ایسا الوژن کری ایٹ کرتے ہیں جو ایگزسٹ نہیں کرتا۔ وہ دکھاتے ہیں جو حقیقت نہیں ہوتی۔"

اس نے نہ سمجھنے کے باوجود اثبات میں سر ہلا دیا۔ کار ہوٹل کے سامنے رکی تو وہ جلدی سے بولا۔

"آپ کو کہیں جانا ہے؟" اسے اس کی کال کی تھوڑی بہت سمجھ آئی تھی۔

"ہاں۔ میں چیک اِن کر کے آتی ہوں۔ تم میٹر آن رکھو بے شک۔"

وہ بے نیازی سے کہہ کے اندر کی طرف بڑھ

گئی۔ ہوٹل کے داخلی دروازے پہ ویلے نے اس کا سامان لے لیا تھا۔

وہ پارکنگ میں اس کا انتظار کرتا رہا۔ میٹر چلتا رہا۔

قریباً پندرہ منٹ بعد وہ واپس آتی دکھائی دی۔ اب اس کے پاس بس وہی ہینڈ بیگ تھا۔ وہ دوبارہ پیچھے بیٹھی اور ڈرائیور سے اس کا موبائل مانگا۔ پھر اس کے گوگل میپس پہ ایک لوکیشن کھولی۔

"مجھے یہاں جانا ہے۔"

بلنت نے سر ہلایا اور کار سڑک پہ ڈال دی۔ یہ لینت کی ایک عمارت تھی۔

کیف آرکیٹیکچرل فرم۔

کار استنبول کے اونچے نیچے راستوں سے گزرتی رہی۔ کئی گلیاں پار کیں۔ کئی دکانوں اور قہوہ خانوں کے سامنے سے گزری۔ اس شہر کے رنگ ویسے ہی تھے۔ وہی خوشبو۔ وہی رونق۔ وہی قہقہے۔

وہ خاموشی سے کھڑکی سے باہر دیکھے گئی۔ چہرے پہ کوئی تاثر نہ تھا۔

کار اس ولا نما عمارت کے سامنے رکی تو ڈرائیور نے کارڈ مشین سامنے کر دی۔

"کیا میں آپ کا انتظار کروں؟"

"نہیں۔ مجھے دیر ہو جائے گی۔" اس نے کارڈ مشین پہ کارڈ ٹیپ کیا اور اس کو دیکھے بنا باہر نکل آئی۔

سیاہ جنگلے کے سامنے رک کے مالا نے گہری سانس لی۔

("میں قسم کھا کے کہتی ہوں' ماہر فرید' کہ میں نہ کبھی تمہیں مدد کے لیے پکاروں گی' اور نہ کبھی تمہارے پاس آؤں گی۔ تم زندگی میں دوبارہ میری شکل نہیں دیکھو گے۔")

اس نے سفید ہیلز سے قدم اندر رکھے۔ ایک ایک قدم بھاری تھا۔ لیکن اب اسے فرق نہیں پڑتا تھا۔

لابی میں داخل ہوتے ہی وہ ریسپشن تک آئی۔ ریسپشنسٹ چار سال پہلے والی نہیں تھی۔ بدل چکی تھی۔ وقت بھی بدل چکا تھا۔

"مجھے ماہر فرید سے ملنا ہے۔"

"کیا آپ کے پاس اپائنٹمنٹ ہے؟" اس نے میکانکی انداز میں مسکرا کے پوچھا۔

"نہیں۔"

"کیا وہ جانتے ہیں کہ آپ آرہی ہیں؟"

"نہیں۔" وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ کھڑی تھی۔

"آپ کا نام؟"

"میں اس کو خود بتاؤں گی۔" وہ اسی طرح اٹل کھڑی تھی۔ ریسپشنسٹ نے گہری سانس لے کر صوفے کی طرف اشارہ کیا۔ مالا بنا کسی احتجاج کے سامنے دیوار سے لگے کاؤچ پہ بیٹھ گئی۔ ٹانگ پہ ٹانگ جمالی۔

ریسپشنسٹ نے انٹرکام اٹھایا۔

انٹرکام کی گھنٹی کانفرنس روم میں بجی۔

کانفرنس روم اس وقت خالی تھا۔ طویل میز کے گرد بہت سی کرسیاں رکھی تھیں۔

وہ سربراہی کرسی پہ تنہا بیٹھا تھا۔ گرے سوٹ میں ملبوس۔ سامنے کھلی اسکرین کو دیکھتا' وہ کچھ سوچ رہا تھا۔ بال جیل سے پیچھے تھے۔ چہرے پہ زیادہ کچھ نہیں بدلا تھا۔ سوائے کلین شیو ہونے کے۔ البتہ گال کا زخم ویسا ہی تھا۔

انٹرکام بجا تو ماہر نے ناگواری سے اس کو دیکھا۔ پھر ہاتھ بڑھا کے فون اٹھایا۔

"میں نے کہا تھا مجھے ڈسٹرب مت کرنا۔"

"ایک خاتون آپ سے ملنے آئی ہیں۔" ریسپشنسٹ نے کہتے ہوئے مسکرا کے سامنے بیٹھی لڑکی کو دیکھا۔ وہ بھی اسے دیکھ کے رسماً سا مسکرائی۔

"اس کے پاس اپائنٹمنٹ ہے؟"

"نہیں۔"

"کیا تم نے اسے پہلے کبھی مجھ سے ملتے دیکھا ہے؟"

"نہیں۔"

www.parhlo.com

"پھر مجھے ڈسٹرب مت کرو۔"

رکھائی سے کہہ کے اس نے ریسیور واپس رکھا۔ پھر اسے قدرے ٹیڑھا کر کے رکھا تاکہ وہ انگیج ہو جائے۔ اور واپس اسکرین کی طرف متوجہ ہو گیا۔

نیچے ریسپشن کے کاؤنٹر پہ بیٹھی مالا خاموشی سے سامنے دیکھتی رہی۔ دیوار پہ لگے وال کلاک کی سوئی آگے بڑھتی گئی۔ ایک گھنٹہ۔ سوا گھنٹہ۔ وہ وہیں بیٹھی رہی۔ ورکرز اس کے سامنے باہر سے لابی تک آتے۔ لفٹ کے دروازے کھولتے۔ اندر جاتے' کارڈ سوائپ کرتے۔ لفٹ چل پڑتی اور انہیں اوپر لے جاتی۔ ریسپشنسٹ وہیں بیٹھی اسے نظر انداز کیے کام کرتی رہی۔

تین بج گئے جب وہ اپنی جگہ سے اٹھی۔ ایک آرکیٹکٹ لفٹ میں داخل ہو رہا تھا۔ وہ اسی سکون سے چلتی اس کے ساتھ سوار ہو گئی۔ اس سے پہلے کہ ریسپشنسٹ اسے روک سکتی۔ وہ وہیں کھڑی ہو گئی۔ آرکیٹکٹ نے اپنا کارڈ سوائپ کیا۔ پھر بٹن پریس کیا۔ اور سوالیہ نظروں سے مالا کو دیکھا۔

"ماہر فرید۔" اس نے مسکرا کے بتایا۔ اس کے انداز میں رعب تھا۔ حاکمیت تھی۔ آرکیٹکٹ نے سر ہلا دیا۔ دروازے بند ہو گئے۔ ریسپشنسٹ تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھی لیکن تب تک لفٹ کے دروازے باہم مل رہے تھے۔ مالا نے مسکرا کے اسے ہاتھ ہلا دیا۔

لفٹ نے اسے جس ہال میں اتارا' وہ اسے پہچانتی تھی۔ وہ پہلے سے زیادہ بھرا ہوا تھا۔ ڈیزائنر فرنیچر۔ بدلا ہوا انٹیریئر۔ چھت کی فالس سیلنگ بھی ہو چکی تھی۔ وہ دائیں بائیں دیکھتی اندر داخل ہوئی۔ ایک ڈیسک کے پاس رکی۔

"ماہر فرید کہاں ہے؟" سوالیہ ابرو اٹھایا۔

"وہ میٹنگ میں ہیں۔ آپ...." ایک لڑکا بوکھلا کے اٹھا لیکن اس نے ہاتھ اٹھا کے اسے روکا۔ وہ رک گیا۔ اب وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔ وہ اس کی نگاہوں کے زاویے سے دیکھ چکی تھی کہ وہ کہاں ہے۔ اسے آگے کا راستہ معلوم تھا۔

زینے آدھے ہوئے جب دیوار پہ لگا آئینہ دکھائی دیا۔ اندر لگا نیلا ٹیبلیں پردہ دیسا تھا۔ وہ ہٹا ہوا تھا۔ سامنے ایک کانفرنس ٹیبل کے گرد بہت سے افراد دکھائی دے رہے تھے۔

مالا دو زینے اوپر چڑھی۔

اور تب وہ اسے دکھائی دیا۔

وہ سربراہی کرسی کے پیچھے کھڑا' ناخوشی سے کچھ کہہ رہا تھا۔ چڑچڑا سا' اکتایا ہوا۔ ایک لڑکی نے سر اٹھا کے کچھ کہنا چاہا لیکن اس نے اسے ڈپٹ کے چپ کروا دیا۔

تین زینے اوپر۔

وہ ہاتھ میں پین پکڑے اسے ہلاتے ہوئے' اپنی بات سمجھاتا دائیں بائیں ٹہل رہا تھا۔ سفید شرٹ۔ سیاہ پینٹ۔ شرٹ کے کف موڑے۔ وہ بار بار بالوں میں ہاتھ پھیرتا۔ وہ مضطرب تھا۔ ناخوش۔ پھر وائٹ بورڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ پلٹا۔ نگاہ سیڑھیوں کے وسط میں لگے آئینے پہ پڑی۔

وہ ٹھہر گیا۔

ساری دنیا ٹھہر گئی۔

وہ قدم قدم چلتی اوپر آ رہی تھی۔

وہ ہاتھ میں قلم لیے.... بالکل منجمد سا کھڑا تھا۔

وہ نیلے پردوں کے ساتھ آ رکی۔

انگلی کی پشت سے دستک دی۔ شیشے کا دروازہ کھولا۔

آواز پہ سب نے گردن موڑ کے دیکھا۔

سیاہ سفید لباس والی لڑکی ان کے سامنے کھڑی تھی۔ وہ ماہر کو دیکھ رہی تھی اور وہ اسے۔ پھر وہ ہلکا سا مسکرائی اور ان تمام افراد کو دیکھا۔

"کین یو گو اس آمنٹ؟" (کیا آپ ہمیں ایک مس ٹ دیں گے؟" وہ انگریزی میں شائستگی سے بولی۔ سب کی نگاہیں ماہر فرید کی طرف اٹھیں۔ سوائے عبدالمالک فرید کے' آج تک اس

کی میٹنگ میں کسی نے خلل نہیں ڈالا تھا۔

ماہر نے دھیرے سے سر کو جنبش دی۔ ایک ایک کر کے تمام افراد اٹھ گئے۔ جلدی جلدی چیزیں سمیٹی گئیں۔ وہ کب وہاں سے گئے۔ اسے کچھ معلوم نہ ہوا۔ یہاں تک کہ دروازے بند ہو گئے اور وہ اس کے دائیں جانب رکھی کرسی تک آئی۔

وہ ابھی تک اسے دیکھ رہا تھا۔ بے یقین۔ ششدر۔ کیا یہ سچ تھا؟ کیا وہ جاگا ہوا تھا؟ "میں تمہارا زیادہ وقت نہیں لوں گی۔" وہ سنجیدہ تھی۔ اس کا چہرہ برف کے جیسا تھا۔ وہ کرسی پہ بیٹھی۔ ٹانگ پہ ٹانگ جمائی۔ پرس میز پہ رکھا۔

وہ جیسے ہوش میں آیا۔ بہت کچھ یاد آیا۔

"مالا؟"

اس ایک لفظ میں بہت سے سوال تھے۔ تعجب تھا۔ بے یقینی تھی۔

"میں فور سیزنز میں ٹھہری ہوئی ہوں۔ شام ۷ بجے میں وہاں تمہارا انتظار کروں گی۔ تب تک تم آفس سے فارغ ہو چکے ہو گے۔ تمہیں وہاں آنا ہے اور ہم بیٹھ کے بات کریں گے۔" وہ جیسے اس کو اس کا شیڈول سنا رہی تھی۔

وہ ابھی تک کھڑا تھا۔ بس یک ٹک اسے دیکھتے ہوئے۔ یہ وہی تھی۔ کشمالہ مبین۔ بال چھوٹے تھے۔ چہرہ قدرے میچور تھا لیکن یہ وہی تھی۔

"میں تمہارا انتظار کروں گی۔"

"کیوں؟" اسے دیکھتے ہوئے ماہر نے آنکھوں کی پتلیاں سکوڑیں۔ اس کا ذہن دھیرے دھیرے جاگ رہا تھا۔

"کیونکہ مجھے تمہاری مدد چاہیے۔" وہ ایسے بتا رہی تھی جیسے اسے اس کے سوال پہ حیرت ہوئی ہو۔ "کیا تمہیں بھول گیا کہ تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا؟ تمہارے اوپر میرا ایک احسان ہے۔" کچھ جتاتا ہوا سا تھا اس کے لہجے میں۔

"اور تم نے قسم اٹھائی تھی کہ تم کبھی مجھے نہیں پکارو گی۔" اسے سب کچھ یاد آ گیا۔ ایک دم سارے اعصاب تن گئے۔ پیشانی پہ بل آ گئے۔

"میں اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دوں گی' ڈونٹ وری۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"شام سات بجے۔" ابرو اٹھا کے یاد دہانی کروائی اور دروازے کی طرف بڑھی۔

اور اس کے ضبط کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

"میں نہیں آؤں گا۔" وہ بولا تو اس کی آواز میں زمانوں کی تلخی تھی۔

کشمالہ نے آنکھیں بند کر کے گہری سانس لی۔ پھر اس کی طرف پلٹی۔ اسی بے تاثر چہرے کے ساتھ اسے دیکھا۔

"کیوں؟"

"کیونکہ میں زندگی میں آگے بڑھ چکا ہوں' کشمالہ بی بی۔" وہ اسی تلخی سے کہہ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بہت سی شکایتیں تھیں زخم تھے ملال تھا۔

"میں نے تمہیں پہلے سال ای میلز لکھی تھیں۔ تم نے جواب نہیں دیا۔ پھر میں نے تمہیں چھوڑ دیا اور جسے چھوڑ دیا اسے چھوڑ دیا۔ اب تم یوں اچانک میری زندگی میں نہیں آ سکتیں۔" اس کی آواز میں غصہ در آیا۔ بے بسی بھرا غصہ۔

"نہ میں اب تمہارے لیے کچھ کر سکتا ہوں۔"

وہ اتنی بے تاثر نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ کیا وہ انسان تھی؟ یا برف کا مجسمہ؟

غصہ۔ بہت سا غصہ اس کے اندر ابلنے لگا۔

"تم نے میری بہن کی جان بچائی۔ تمہارا شکریہ۔ لیکن میں اب تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتا نہ کروں گا۔"

وہ رکا ہلکا سا کھنکھارا۔

"میں شادی کر رہا ہوں اور اس وقت میں نہیں چاہتا کہ ہمارے راستے ٹکرائیں۔"

وہ اسی طرح اسے دیکھتی رہی۔

پھر اس نے پرس میں ہاتھ ڈالا۔ کچھ مٹھی میں دبایا اور قدم قدم چلتی اس کے قریب آئی۔

"شادی کر رہے ہو تو میری مبارک باد قبول

www.parhlo.com

کرو۔ مر رہے ہو تو فاتحہ۔" ساتھ ہی اس نے کی میں رکھی شے اس کی میز پہ رکھی۔

"لیکن تم آؤ گے ماہر فرید۔ تم آؤ گے اور میری بات سنو گے اور تم میری مدد بھی کرو گے۔ کیونکہ میں نے تمہاری مدد کی تھی۔" برف جیسے لہجے میں ارتعاش پیدا ہوا تھا۔ اسے لگا کشمالہ کی آواز بھیگی تھی۔

ماہر کی نظریں میز پہ جھکیں۔ مالا نے اس چیز سے ہاتھ ہٹایا۔

وہ ایک تصویر تھی۔

ایک تین سال کے بچے کی تصویر۔

"یہ بدر ہے۔ میرا اور زیاد کا بیٹا بدر۔"

ماہر اس تصویر کو دیکھ رہا تھا۔

"دو ماہ پہلے ایک حادثے میں بدر کی ڈیتھ ہو گئی تھی۔"

اس نے بے یقینی سے چہرہ اٹھا کے مالا کو دیکھا۔ اس کی سبز آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی۔

"یعنی پولیس کہتی ہے کہ وہ مر گیا تھا۔ لیکن.... میں جانتی ہوں کہ وہ نہیں مرا۔"

وہ بنا پلک جھپکے ان بھیگی آنکھوں کو دیکھ رہا تھا۔

"وہ کھو گیا ہے۔ کسی نے اس کو مجھ سے چھین لیا ہے۔ میں نے اسے بہت ڈھونڈا ہے لیکن وہ مجھے نہیں ملا۔"

وہ برف کا مجسمہ نہیں تھی۔ وہ ایک ماں تھی جو اپنی عزت نفس پہ پیر رکھ کے وہاں آئی تھی۔

"اور تم...." اس نے انگلی کی نوک سے آنکھ کا کنارہ صاف کیا۔ اور جب بولی تو آواز ویسی ہی پتھر تھی۔

"تم مجھے میرا بیٹا ڈھونڈ کے دو گے جیسے میں نے تمہیں تمہاری بہن ڈھونڈ کے دی تھی۔ مجھے نہیں پرواہ کہ تم اپنی زندگی میں کیا کر رہے ہو۔ لیکن تم..."

اس نے پرس اٹھایا اور پلٹنے سے پہلے آخری دفعہ تنبیہ کی۔

"تم آؤ گے۔ تم مجھ سے ملنے آؤ گے۔ اور تم مجھے میرا بیٹا واپس لا کر دو گے۔" اس نے گیلی سانس

وہ جہاں تھا وہیں کھڑا رہ گیا۔ ساکت جامد۔

وہ جیسے آئی تھی، ویسے ہی چلی گئی۔

اس نے بہت دفعہ سوچا تھا کہ کشمالہ مبین سے دوبارہ ملنا کیسا ہوگا۔ لیکن آج... اس نے نفی میں سر ہلایا اور میز پہ رکھی تصویر دیکھی۔

کاش وہ مختلف حالات میں ملے ہوتے۔

☆☆☆

"استنبول"

محبت کا اپنا انداز ہے
کسی عجیب
انتہائی غیر متوقع وقت پہ
مرجھانے کا
یا کھل اٹھنے کا۔
ایسی ہی ہوتی ہے محبت۔
ایک بے قابو حیوان کے جیسی
جو ہوتا ہے کسی پھول کے جسم میں۔
سورج ہمیشہ اس پر نہیں چمکتا۔
نہ ہی بارش ہر بار اس پر گرتی ہے۔
نہ ہی وہ ہمہ وقت طوفان کی زد میں آتا ہے۔
محبت ہمیشہ سب سے میٹھی
سب سے خوب صورت خوشبو سے معطر نہیں ہوتی۔
اور کبھی کبھی یہ اپنے کانٹوں سے لہولہان بھی کر دیتی ہے۔
سو تم...
اس کو پانی دو۔
ڈھیروں روشنی دو۔
اس کا خیال رکھو۔
اور محبت کا پھول
تم سے زیادہ جیے گا۔
اس کو نظر انداز کرو گے
یا اس کو کاٹتے رہو گے
تو اس کی پتیاں مرجھا کے مر جائیں گی۔

ایسی ہی ہوتی ہے محبت۔
کاملیت ایک سراب ہے۔
سو محبت کرو اس سے
جو تم سے محبت کرتا ہو
غیر مشروط۔
اور چھوڑ دو اس کو
جو تم سے محبت کرے
صرف اچھے وقتوں میں۔
(سوزی تسیم)

کئی برس پہلے...
ایک دفعہ کا ذکر ہے...

برفیلی چادر جیسی زمین پر سیاہ درخت یوں کھڑے تھے کہ ان کے پتوں پر سفید کمبل چڑھا تھا۔ ہوا کا جھونکا آتا اور سفید ذرے تھرتھرا کے نیچے گر کے فنا ہو جاتے۔

درختوں کے وسط میں لکڑی کا کاٹیج خاموش بیٹھا، خود پر برف کو گرنے دے رہا تھا۔ اس کی کھڑکیاں اندر جلتی آگ کی حدت سے زرد ہو رہی تھیں۔

"جادوگرنی نے غصے میں رلپنزل کے بال کاٹ دیے...."

اندر آگ اور ہیٹر کی گرمائش تھی۔ ماہر ونگ چیئر پر نیم دراز، پیر اوٹومن پر رکھے، کمبل خود پر ڈالے ہوئے تھا۔ ہلال پہلو میں لیٹی، سر اس کے کندھے پر جمائے گھنگریالی لٹ انگلی پر لپیٹ رہی تھی۔ بڑی بڑی بھوری آنکھیں چھت سے جھولتے سادہ فانوس پہ جمی تھیں۔

"اور اسے کسی جنگل میں چھوڑ آئی۔" ماہر کی آواز غیر آرام دہ انداز میں خاموش ہوئی۔ نگاہوں نے اگلے پیراگراف کو اسکین کیا۔ کہانی نے ایک تلخ موڑ لے لیا تھا۔

"پھر کیا ہوا؟"

باہر برف بنا چاپ کے گر رہی تھی۔ ساری دنیا سفید ہو چکی تھی مگر لکڑی کے کاٹیج کی کھڑکیاں ہنوز سنہری تھیں۔

"فاسٹ فارورڈ پلیز۔" اوون کے روشن دروازے سے اندر جھانکتے کیک کی سطح کا جائزہ لیتا بیرل بے زار ہوا۔

ماہر کھنکھارا۔

"اس شام جب شہزادہ واپس آیا تو جادوگرنی نے رلپنزل کی کٹی ہوئی چوٹی کو کھڑکی سے باندھ دیا۔ جب شہزادے نے پکار کے کہا کہ 'رلپنزل! رلپنزل! اپنے بال نیچے گراؤ!' تو جادوگرنی نے چوٹی نیچے پھینک ڈالی۔"

"چچ۔" ہلال نے ماتھے کو چھوا۔

"شہزادہ اوپر آیا تو دیکھا کہ جادوگرنی اس کو غصے سے گھور رہی تھی۔ وہ اس کو دیکھ کے بولی۔ "تم اپنی شہزادی کے لیے آ گئے۔ لیکن افسوس۔ وہ خوب صورت پرندہ اب اس گھونسلے میں نہیں ہے، نہ وہ یہاں گنگنا رہی ہے۔ اس کو بلی کھا گئی ہے اور وہ تمہاری بھی آنکھیں نوچ ڈالے گی۔ تم رلپنزل کو کھو چکے ہو۔ اب تم اسے کبھی نہیں دیکھ پاؤ گے۔"

"آنکھوں والی بات سنسر کر دو ماہر...." بیرل کچن کاؤنٹر کے پیچھے کھڑا ایک باؤل میں فوسٹنگ تیار کرتے ہوئے آنکھ سے اشارہ کر رہا تھا، لیکن ماہر کی نگاہیں کتاب پہ جمی تھیں۔

"شہزادہ اتنا غم زدہ ہوا کہ اس نے...." ماہر رکا۔ اس کی آواز ہچکچائی۔ "اس نے ٹاور کی چھت سے... چھلانگ لگا لی۔"

نگاہیں اٹھا کے کاؤنٹر کے پیچھے کھڑے بیرل کو دیکھا۔ بیرل پیالے میں ہاتھ دیے ملامتی نظروں سے اسے دیکھتا نفی میں سر ہلا رہا تھا۔ (ایک بچے کو برادرز گریم کا ورژن کون سناتا ہے ماہر بے؟)

"شہزادے کی جان بچ گئی، لیکن اس کی آنکھوں میں کانٹے چبھ گئے۔ اور وہ...." وہ کھنکھارا۔ تھوک نگلا۔

"وہ اندھا ہو گیا۔" کن اکھیوں سے ہلال کو دیکھا۔ وہ ابھی تک چھت کو دیکھتی انگلی پر بال لپیٹ

رہی تھی۔ چہرے پہ افسوس تھا۔

"پھر؟" وہ چند لمحے خاموش رہا تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

ماہر نے سر جھٹکا اور کتاب بند کی۔

"پھر کچھ نہیں۔ جنگل میں بھٹکتے بھٹکتے، ایک دن اس کو رلینزل مل گئی۔ رلینزل کے آنسو اس کی آنکھ میں پڑے تو وہ تندرست ہو گیا اور دیکھنے لگا۔ پھر دونوں ہنسی خوشی رہنے لگے۔" اس نے تکلیف اور رنج کے جملے کو دو سطور میں بیان کر دیا۔ ہلال نے ابرو بھنچ کے خفگی سے اسے دیکھا۔ پھر جیسے ناراضی دکھانے کا ارادہ بدل کے سر جھٹکا۔

"کیا میں آپ سے ایک سوال پوچھ سکتی ہوں، ماہر بھائی؟" لانبی پلکیں جھپکائیں۔

"ہوں؟" اس نے بے دلی سے کتاب ایک طرف ڈال دی۔ بیرل ابھی تک "میں نے کہا تھا" والی فاتحانہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ فیری ٹیلو کے اولین ورژن، بالخصوص برادرز گریم کے تحریر شدہ ورژن تاریک، تلخ اور تکلیف سے بھرے تھے۔ بعد میں نئے لکھاریوں اور پھر ڈزنی نے ان کو خوب صورت اور تصورات سے بھرپور بنا دیا۔

"اگر شہزادے کو جنگل میں بھٹکتے ہوئے رلینزل نہ ملتی تو کیا ہوتا؟" وہ اس کے کندھے پر رکھا چہرہ موڑ کے اس کو دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"معلوم نہیں۔"

"میں بتاؤں؟"

"بتاؤ۔"

"رلینزل خود کو ٹاور سے گرا لیتی اور اس کی آنکھیں چلی جاتیں۔" کہتے ہوئے اس نے دھیرے سے پلکیں جھپکائیں۔ ماہر تھوڑی جھکا کے اس کی آنکھوں کو ہی دیکھ رہا تھا۔ لانبی پلکوں والی بھوری چمک دار آنکھیں۔ ایک وہم سا ذہن کے کسی تاریک گوشے میں ابھرا۔ ایسے کہ وہ ایک دم جھرجھری لے کر سیدھا ہوا۔

"بی درست کہہ رہا تھا۔ ہم میٹنگز دیکھ لیتے ہیں۔"

وہ کمبل پیروں سے ہٹا کے اب اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"اس میں کوئی ٹاور سے نہیں گرتا، کوئی اندھا نہیں ہوتا، اور شہزادہ بروقت پہنچتا ہے۔"

اس نے ہاتھ ہلال کی جانب بڑھایا اور مسکرا دیا۔ اس کی آنکھوں میں بھی مسکراہٹ چمکی۔ اس نے ماہر کا ہاتھ پکڑ لیا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

باہر سیاہ درختوں پر گرتی برف کی تہہ بھاری ہو رہی تھی۔

☆☆☆

موجودہ دن...

کانفرنس روم خالی تھا۔ نیلا مخملیں پردہ ڈھم چکا تھا۔ اس کے پار سیڑھیوں پر لگا آئینہ بے عکس تھا۔ وہاں کوئی نہ تھا۔

وہ سبز آنکھوں اور کندھوں تک آتے بالوں والی لڑکی اپنی بات کہہ کے جا چکی تھی۔

ماہر فرید تنہا میز کے سرے پہ کھڑا تھا۔ ساکت، جامد۔

پولرائیڈ کیمرے سے لی گئی۔ وہ تصویر اسی طرح میز پر رکھی تھی۔ وہ لمحے آئے اور گزر گئے۔ پھر وہ قدرے جھکا۔ دو انگلیاں تصویر پر رکھیں اور اسے دھکیلتا گیا، یہاں تک کہ تصویر ٹیلی فون ریسیور اور سینٹر پیس تک جا رکی۔ ماہر نے سینٹر پیس اٹھا کے اس پر رکھا۔ وہ چھپ گئی۔ نگاہ سے اوجھل۔ ذہن سے اوجھل۔

"میری مہمان جا چکی ہے۔" وہ اب سربراہی کرسی پر براجمان انٹرکام پہ کہہ رہا تھا۔ اس کا چہرہ بے تاثر تھا۔ "ہم میٹنگ کو وہیں سے شروع کریں گے۔ اس خلل کے لیے معذرت۔"

چند لمحوں میں کمرہ پھر سے بھر گیا۔ چند خاموش نگاہوں نے اس کرسی کو دیکھا جس کے قریب دو چند منٹ پہلے کھڑی تھی، کہ ماہر کی میٹنگ میں ایسے بھی کوئی خلل نہیں ڈال سکتا تھا۔ لیکن سب چہرے اپنے

کام میں دوبارہ مصروف ہو گئے۔ بے تاثر پروفیشنل جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

ایک نوجوان اٹھ کے اب کچھ بتا رہا تھا۔ قلم ہاتھ میں پکڑے دونوں ہاتھ ہلاتے ہوئے۔

ماہر خاموشی سے کرسی پر بیٹھا اس کو سنے گیا۔ کن انکھیوں سے وہ وال کلاک کو دیکھ سکتا تھا۔ سات بجنے میں کئی گھنٹے حائل تھے یا شاید کئی صدیوں کا فاصلہ تھا۔

ٹک ٹک...

☆☆☆

ٹک...

ہوٹل کے اس لاؤنج کی دیوار پر بھی ایک گھڑیال آویزاں تھا، جس کی سوئیاں وقت کو پیچھے چھوڑے آگے بڑھ رہی تھیں۔

مالا نے پلٹ کے ایک نظر سوئی کے منہ سے ٹکراتے ہندسے پہ ڈالی۔ چھ۔ ابھی ایک گھنٹہ رہتا تھا۔ اور وہ واپس گھوم گئی۔ چہرے پر رکی مسکراہٹ سجائے وہ لاؤنج کے دہانے پر کھڑی اپنے مہمانوں کو الوداع کہہ رہی تھی۔

"صبح ملتے ہیں۔" اس نے نوجوان لڑکے اور لڑکی کو باری باری مسکرا کے دیکھا۔ "اور یاد رہے، ہم نے گزشتہ ایونٹ والی غلطیاں نہیں دہرانی ہیں۔"

لڑکی جھینپ کے ہنس دی۔ پھر اس نے مالا سے مصافحہ کیا اور اپنے آئی پیڈ کی اسکرین بجھاتے ہوئے پلٹ گئی۔ وہ دونوں راہداری میں آگے بڑھ گئے۔ ان کے ساتھ ساتھ ایک دربان، سنہری ٹرالی میں کسی سیاح کے سوٹ کیس دھکیلتا جا رہا تھا۔ مخالف سمت سے چند خواتین کا گروپ آتا دکھائی دے رہا تھا۔ پچاس، پچپن کے لگ بھگ عورتیں، سینے پر کسی ایشائی خدوخال کے سنگر کے فوٹوز کے اسٹکر زلگائے، وہ یقیناً کسی کانسرٹ میں جا رہی تھیں۔

وہ سامنے سے ہٹیں تو مالا نے متلاشی نگاہوں سے راہداری کو دیکھا۔ وہاں کوئی شناسا چہرہ نہیں تھا۔

وہ لاؤنج اور راہداری کے دہانے پر کھڑی تھی۔ اسے بیٹھ جانا چاہیے۔ ابھی وقت تھا۔

چھ بج کے دس منٹ۔

گھڑیال کو دیکھتے ہوئے وہ بے چینی سے دیوار سے لگے صوفے تک آئی۔ یہاں سے اسے داخلی دروازہ دکھائی دیتا تھا۔ وہ جیسے ہی آئے گا وہ اسے دیکھ لے گی۔

لیکن کیا وہ آئے گا؟

وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔ پیچھے ٹیک لگا لی۔ بازو سینے پر لپیٹ لیے۔

مٹھیاں یوں بھینچ رکھی تھیں کہ ناخن ہتھیلی میں پیوست ہو رہے تھے۔

کیا وہ آئے گا؟

وہ جس کی آنکھوں میں اس کے لیے ناپسندیدگی اور بے اعتنائی تھی۔

یہ سب کہاں سے شروع ہوا تھا؟

ساڑھے تین ماہ قبل۔ جب وہ اس شہر میں آئی تھی۔ اس محبت کے شہر میں۔

اس کی نظریں گھڑیال پہ جمی تھیں۔ سوئی دھیرے دھیرے آگے بڑھ رہی تھی۔

لیکن پھر... سوئی پیچھے کو سرکنے لگی۔

کھڑکیوں کے باہر پھیلے آسمان اور گھاس کی رنگت بدلنے لگی۔

خزاں چھٹتی گئی اور موسم گرما سارے میں پھیلنے لگا۔

☆☆☆

(ساڑھے تین ماہ قبل)

وہ بہار کی ایک روشن صبح تھی۔

یہ ایک پتھروں سے بنی گلی تھی، جس کے دونوں کناروں پر کیفے، ریستوران اور دکانیں بنی تھیں۔ ابھی سورج ٹھیک سے نہیں نکلا تھا۔ آسمان سفید تھا، سنہرا نہیں۔ البتہ فوٹوگرافرز کی صبح کئی گھنٹے پہلے سے شروع ہو گئی تھی۔

سنہری گھڑی کی تلاش میں مالا ایک بیکری کے سامنے کھڑی تھی، جس کے شیشے کے پار ایک لڑکی ٹرے میں کیک کو سلیقے سجائے، اوون میں رکھتی

دکھائی دے رہی تھی۔ اکثر دکانیں بند تھیں، سوائے ایک دو کافی شاپس کے، جن سے ترکش قہوے کی بھینی بھینی خوشبو اٹھ رہی تھی۔

جس گلی میں وہ اس وقت موجود تھے، وہ اونچائی کی سمت جاتے ہوئے گلاطہ ٹاور پہ ختم ہوتی تھی۔ وہ اپنا سونی اے سیون آئی وی اونچا اٹھائے، ننھی اسکرین پر گلاطہ کا اونچا مینار دیکھ رہی تھی۔ سر پر سلک کا سبز رومال باندھے، جس کی پشت سے اس کے کمر پر گرتے بال دکھائی دے رہے تھے۔ خاکی فراک پہنے، جو ٹخنوں تک آتا تھا، وہ رومال سے ہم رنگ آنکھیں چھوٹی کر کے بغور فریم کو دیکھ رہی تھی۔ چہرہ ویسا ہی تر و تازہ تھا۔ البتہ صبح جلدی اٹھنے کے باعث آنکھیں قدرے خوابیدہ تھیں۔

دفعتاً وہ رکی۔ سبز آنکھوں میں متلاشی سا تاثر ابھرا۔ گردن دائیں بائیں گھمائی۔

اور پھر لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

ایک دکان کے سرخ چھجے تلے بچھی کرسیوں میں سے ایک پر وہ بیٹھا تھا۔

سر جھکائے، میز پر کلرنگ بک رکھے، وہ کریونز سے اس میں کوئی رنگ بھر رہا تھا۔

"بدر۔" وہ اس کے قریب چلی آئی۔ پنجوں کے بل اس کی کرسی کے ساتھ پتھریلی زمین پر بیٹھی۔

وہ سر جھکائے رنگ بھرتا رہا۔

"بدر۔" نرمی سے اسے دیکھتے ہوئے مالا نے پھر سے پکارا۔

بدر نے چہرہ اٹھا کے اسے دیکھا۔

وہ تین، ساڑھے تین سال کا بچہ تھا۔ اس کی رنگت میں خوب صورت سا سانولا پن تھا۔ اور آنکھیں سبز تھیں۔ بال ماتھے پر گرے تھے۔

"کچھ کھاؤ گے؟"

وہ سبز آنکھوں میں سادگی لیے مالا کو دیکھتا رہا۔

"کچھ کھاؤ گے؟" وہ اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لیے پوچھ رہی تھی۔

بدر نے نفی میں سر ہلایا۔ پھر وہ رکا۔ نگاہیں میز تک گئیں جہاں مالا کا بیگ رکھا تھا۔ بیگ کے کھلے دہانے سے ایک بوتل جھانک رہی تھی۔ بدر نے پہلے بیگ کو دیکھا۔ پھر مالا کو۔

"پانی چاہیے؟"

بدر نے اثبات میں گردن ہلائی۔ مالا اٹھ کھڑی ہوئی اور بوتل نکالی۔ ساتھ ایک نیلے رنگ کا کپ بھی تھا۔ وہ اس میں پانی بھرنے لگی بدر پانی کی دھار کو دیکھے گیا۔ اس نے کپ اسے تھما دیا۔ بدر نے کپ لے کر میز پر رکھ دیا اور سرخ کریون اٹھا لیا۔ اس کی ننھی انگلیوں پر بھی کریون کا رنگ آ رہا تھا۔ وہ جانتی تھی وہ کچھ دیر بعد پانی پیے گا۔

وہ سیدھی کھڑی ہوئی جب سنبل قریب آئی۔ اس کی گردن میں اسٹریپ کے ساتھ ایک فوجی فلم کا کیمرہ لٹک رہا تھا اور وہ چیونگم چبا رہی تھی۔ ایک نگاہ کلرنگ بک پہ جھکے بدر پہ ڈالی۔

"آپ بدر کو ساتھ لائی ہیں؟"

"ہوٹل میں تو نہیں چھوڑ سکتی تھی نا۔" وہ واپس اپنی جگہ پر آن کھڑی ہوئی اور مسکرا کے اس جوڑے کو ہاتھ ہلایا، جو گلی کے دہانے پر یوں کھڑے تھے کہ ان کی پشت پہ گلاطہ تھا۔ ایک خوب صورت جوڑا سیاہ ٹکسیڈو پہنے مرد، سفید گاؤن پہنے عورت۔

"میرا مطلب ہے آپ اسے کینیڈا اسے ساتھ لائی ہیں؟"

اس نے چہرہ موڑ کے اسی سادگی سے سنبل کو دیکھا۔

"میں سفر میں اس کو ساتھ ہی رکھتی ہوں۔"

"نہیں... یعنی آپ کی بہن بھی ہے نا کینیڈا میں تو..."

"اس کے اپنے بھی دو بچے ہیں۔" وہ اب کیمرے کے فریم میں اس کپل کو دیکھ رہی تھی۔ مرد سر جھکائے فون پہ لگا تھا اور ایک میک اپ آرٹسٹ احتیاط سے ایک ننھی سیڈی کی مدد سے لڑکی کے چہرے پر پاؤڈر درست کر رہی تھی۔

"بدر بہت کیوٹ ہے۔ تین سال کا ہو گیا ہے

"ساڑھے تین۔"

"ماشاء اللہ۔" سنبل قریب آ کے کھڑی ہوئی۔ پھر وقفہ دیا۔ ہلکا سا کھنکھاری۔ وہ جانتی تھی یہ اس کی بات کا اختتام نہیں ہے۔

"مگر بولتا نہیں ہے شاید۔"

"اسپیچ ڈیلے" (بولنے میں تاخیر)" وہ کیمرے کی ننھی اسکرین کے چوکھٹے میں اس منظر کو دیکھ رہی تھی۔ دولہا کلائی پر بندھی گھڑی بار بار دیکھتا، اکھڑا اکھڑا لگتا تھا۔ لڑکی چہرہ میک اپ آرٹسٹ کے سامنے سیدھا رکھے، آنکھیں اوپر اٹھائے خاموشی سے گالوں پر پاؤڈر لگوا رہی تھی۔

"آپ نے چیک کروایا؟ شاید آٹزم....."

"آٹزم نہیں ہے۔ اسپیچ ڈیلے ہے۔" وہ ایک دم سختی سے کہتی آگے بڑھ گئی۔ سنبل نے نہیں دیکھا، لیکن اس کے چہرے کی رنگت گلابی اور گال تمتمائے تھے۔ آنکھوں میں نمی در آئی تھی۔

("مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔"

چار سال پہلے وہ اس ہسپتال کے کاریڈور میں کھڑی تھی۔ ماہر فرید ابھی ابھی اپنی بہن سے ملا تھا۔ اور اس کو ابھی معلوم ہوا تھا کہ ہلال دیکھ نہیں سکتی۔ وہ ماہی کو ان کے اداس کمرے کے باہر چھوڑ کے ڈاکٹر کے پیچھے آئی تھی۔

"تمہارے شوہر نے تمہارے اندر نارکوٹکس انجیکٹ کیے تھے۔"

"مجھے بے ہوش کرنے کے لیے۔ جانتی ہوں۔"

"اتنی ہائی ڈوز کے بعد ہو سکتا ہے تمہارے بچے پر اس کا اثر پڑے۔ کسی قسم کی ایب نارمیلٹی آ سکتی ہے۔" اس نے توقف کیا۔ "تم اب بھی اس بچے کو ابارٹ..."

"نہیں۔ میرا بچہ ٹھیک ہوگا۔ اسے کچھ نہیں ہوگا۔" اس نے گیلا تھوک نگلا تھا۔)

(بدر ٹھیک ہوگا۔) اس نے گلاطہ ٹاور کو دیکھتے ہوئے دہرایا۔ آنکھوں میں نمی تھی۔

(میں نے کچھ غلط نہیں کیا تھا۔ میں نے بدر کو خطرے میں نہیں ڈالا تھا۔ جو کیا زیاد نے کیا۔ بدر ٹھیک ہو جائے گا۔ وہ بولنے لگے گا۔ وہ بولنے لگے گا۔ وہ بولنے لگے گا۔)

دولہا اب اپنی دلہن کے قریب آ کے کچھ کہنے لگا تھا۔ ناگوار تاثرات۔ اکھڑی اکھڑی آوازیں۔

"کیا خیال ہے، ان کی طلاق کتنے دن میں ہوگی؟" قریب کھڑی سنبل نے بے زاری سے تبصرہ کیا۔

"ایسے نہیں کہتے۔" اس نے خفگی سے اسے دیکھا۔ سنبل ایک لوکل فوٹو گرافر تھی جس کے ساتھ وہ اکثر استنبول میں کولیب کرتی تھی۔

"ہم پہلی دفعہ ساتھ کام نہیں کر رہے مالا۔" وہ اکتائی ہوئی تھی۔ ہر دوسرے کپل کی البم پرنٹ ہونے سے پہلے طلاق ہو جاتی ہے۔

"تم البم دینے میں دیر کر دیتی ہوگی۔" وہ دونوں ساتھ ساتھ کھڑی تھیں اور کافی فاصلے پر وہ موم کے مجسموں جیسا جوڑا اب کسی بات پہ بحث کر رہا تھا۔

"البم تیار کرنے میں تین چار ماہ تو لگ ہی جاتے ہیں۔ ان کو ہی طلاق کی جلدی ہوتی ہے۔" پھر سنبل نے چہرہ گھما کے اسے دیکھا۔ ایک سوچ آنکھوں میں اُمڈ آئی۔

"آپ کپل شوٹ کیوں کر رہی ہیں؟ آپ تو الوژنسٹ ہیں نا۔ ان کو تو کوئی الوژن نہیں چاہیے تھا۔"

"لیکن مجھے پیسے چاہئیں۔ جانتی ہو کینیڈا میں ایک سنگل مدر کے لیے بچے کو پالنا کتنا مشکل....."

چہرہ گھما کے بدر کی میز کو دیکھا۔ الفاظ ٹوٹ گئے۔

بدر میز پر نہیں تھا۔

مالا نے چونک کر دائیں بائیں دیکھا۔

بدر وہاں کہیں بھی نہیں تھا۔ میز پر کلرنگ بک کھلی تھی اور سرخ کریون پتھریلی سڑک پر گرا تھا۔

www.parhlo.com

اس کے قدموں تلے سڑک لرزنے لگی۔ وہ اپنے چکروں پہ دائیں بائیں گھومی۔ آسمان بھی ساتھ ہی گھوما۔

"بدر!" اس نے خود کو چلاتے سنا۔ ساری آوازیں خاموش ہو گئی تھیں۔ ساری خوشبوئیں دم توڑ گئی تھیں۔

"بدر....." اس کے قدم بھاگتے ہوئے اٹھ رہے تھے۔ کیمرہ گردن میں اسٹریپ سے جھول گیا۔ وہ اب دکان داروں سے، راہ چلتے لوگوں سے، بدحواسی سے پوچھ رہی تھی۔ "میرا بیٹا..... چھوٹا سا....." وہ ہاتھ کے اشارے سے اس کا قد بتا رہی تھی۔ چہرہ سفید اور خوف سے بھری آنکھوں میں پانی تھا۔

وہ خوف جو ساڑھے تین برس سے کسی آسیب کی طرح اس کا پیچھا کرتا رہا تھا۔

وہ خوف حقیقت بن چکا تھا۔

کوئی اس کے بدر کو لے گیا تھا۔

کوئی اس کے بیٹے کو.....

"مالا! یہ ہے بدر۔" سنبل کسی سمت سے چلائی تھی۔ وہ چونک کے اس طرف مڑی۔ اور پھر ڈھیر سارے آنسو آنکھوں سے بہہ نکلے۔

وہ گلی کے موڑ پر کھڑا تھا۔ سنبل اس کو کندھوں سے تھامے مالا کو آواز دے رہی تھی۔ وہ گیلے چہرے اور دوڑتے قدموں سے اس تک آئی۔

"اف بدر! تم کہاں تھے؟" پنجوں کے بل نیچے بیٹھے اس نے زور سے اسے بھینچ کے گلے سے لگا لیا۔

"تم ایسے کہاں چلے گئے تھے؟"

سانس ابھی تک تیز تھی اور دل بے قابو۔ مالا نے اسے خود سے الگ کیا اور گیلی خفا آنکھوں سے بدر کو دیکھتے ہوئے کچھ کہنے لگی لیکن..... پھر وہ ٹھہر گئی۔

بدر کے ہاتھ میں ایک اسٹک تھی جس پر نیلی روئی کے گال جیسی کاٹن کینڈی تھی۔ وہ اس کو دانتوں سے کتر رہا تھا اور وہ اس کے منہ میں گھل کے غائب ہو رہی تھی۔

"یہ تم نے کہاں سے لی؟" وہ چونک کر سیدھی ہوئی۔ آنکھیں ہتھیلی کی پشت سے پونچھیں۔ دائیں بائیں دیکھا۔ اردگرد چند ایک لوگ تھے۔ آ جا رہے تھے۔ بہت سے لوگوں کی صبح ہو چکی تھی۔

"بدر، یہ تمہیں کس نے دی؟" اس نے تیزی سے پوچھا۔ ذہن میں کہیں ایک الارم بجنے لگا تھا۔

"یہاں کوئی 'کاٹن کینڈی مین' ہے تو نہیں۔" سنبل نے حیرت سے دائیں بائیں دیکھا۔

بدر چونکا۔ گردن اٹھا کے سنبل کو دیکھا اور اثبات میں سر ہلایا۔ وہ غور سے اپنے بیٹے کا چہرہ پڑھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"کاٹن کینڈی مین؟ اس نے دیا یہ تمہیں؟"

بدر کی سبز آنکھیں مالا کے چہرے تک گئیں۔ پھر اس نے گردن ہاں میں ہلائی۔

"کون تھا وہ؟ کیا ہم اسے جانتے ہیں؟"

وہ اب دانت سے میٹھی روئی کتر رہا تھا۔

"بدر، ہم اسٹرینجرز سے کچھ لے کر نہیں کھاتے۔" اس نے اسٹک بدر سے لینی چاہی، لیکن اس نے اسے سختی سے پیچھے کر لیا۔ آنکھوں میں خفگی در آئی۔ مالا نے گہری سانس لی۔ پھر اس کی انگلی تھام کے آگے بڑھنے لگی۔ اب اسے تمام شوٹ اسے اپنی نظروں کے سامنے رکھنا تھا۔ دو دن بعد اس کی کینیڈا واپسی تھی۔ وہ تب تک بدر کو نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے دے گی۔

"البتہ....." اس نے پلٹ کے گلی میں آتے جاتے انجان لوگوں کو دیکھا۔

وہ احساس پھر سے واپس آ گیا تھا۔

کوئی تھا جو اسے دیکھ رہا تھا۔

بہت برسوں بعد۔

گھڑیال نے گھنٹے کی سوئی آگے بڑھائی۔ ٹن کی آواز آئی۔ وہ چونکی۔ وہ ہوٹل کے لاؤنج میں بیٹھی تھی، اور وہ ابھی تک نہیں آیا تھا۔

کیا وہ آئے گا؟

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

☆☆

PARHLO PAKISTAN

اب آپ ہر قسم کے ناول ہماری ویب سائٹ سے مفت حاصل کر سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ ہماری ویب سائٹ ناولز راہٹرز کے لئے آفر بھی دیتی ہے۔ اگر آپ لکھنے کے شائق ہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ آپ کے ناولز کے کے علاوہ ناول کے بہترین ہونے پر آپ کو کیش پرائز بھی دیں گے

ابھی اپنا ناول EMAIL کریں اور اپنے لکھاری ہونے کا فائدہ اٹھائیں۔

WHATSAPP GROUP : 0318-9992829

PARHLO.COM.PK@GMAIL.COM